ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

الحمد للہ والمنتہ کہ بفضل رحمانی و امداد یزدانی

رسالہ موسومہ بہ

مذمت غضب و حقد

تصنیف حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

بغرض افادہ اہل اسلام

باہتمام انجمن نعمانیہ امرتسر در ماہ رجب ۱۳۳۱ھ

در روز بازار سٹیم پریس امرتسر زیر ادارت شیخ عبدالعزیز پرنٹر مطبوع گردید

قیمت ...... (۲)

غضب حقد اور حسد کی برائی کا ذکر

اس میں سولہ بیان ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رباعی

ہے حقد وحسد سے ظلمتِ دل حاصل   آزاد جو اُنسے ہو وہی ہے کامل
یہ دونوں رہِ سلوک میں ہیں رہزن   سالک نہ رہے اِن سے کسیدم غافل

جاننا چاہیئے کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہیں وہ اُس آگ میں سے ایک شعلہ ہے جسکی صفت یہ آیت ہے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ۔ ترجمہ (آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جھانک لیتی ہے دل)۔ اور جیسے آگ راکھ میں چھپی رہتی ہے اسی طرح غصہ کی آگ دل کی تہوں میں مخفی رہتی ہے اور جسطرح چقماق لگتے ہی آگ ظاہر ہوجاتی ہے اسی طرح یہ آگ بھی کبر کی ادنیٰ چوٹ سے جو دل میں رہتی ہے ظاہر ہوجاتی ہے اور ارباب مکاشفہ کو نور یقین سے یہ بات دریافت ہوئی ہے کہ آدمی میں ایک رگ شیطان کی مشابہت کی پائی جاتی ہے پس جو غصہ کی آگ سے جل اُٹھتا ہے اور حق سے مائل ہوجاتا ہے وہ اپنا نسب اور قرابت شیطان کی طرف بچا کرتا ہے اسلئے کہ اُس نے بھی کہا تھا کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ

ترجمہ (مجکو بنایا تو نے آگ سے اور اسکو بنایا مٹی سے) مٹی کی شان سے یہ ہے کہ ساکن اور وقار سے رہے اور آگ کی شان یہ ہے کہ سلگے اور شعلہ زن ہوکر متحرک ومضطرب ہو پس آدمی میں بھی اگر حرکت واضطراب بوقت غصہ پایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساخت مٹی سے نہیں بلکہ خمیر آگ کا ہے جس سے شیطان بنا ہے اور غضب کا نتیجہ حقد وحسد یعنے کینہ اور دوسرے کا برا چاہنا ہے۔ ان دونوں سے اکثر لوگ تباہ وبرباد ہوئے انکا مسکن بھی وہی مضغۂ گوشت یعنی دل ہے اور از انجا کہ ان تینوں چیزوں سے انسان تباہ ہوتا ہے تو نہایت ضرور ہوا کہ ہلاک کی جگہیں بتلادی جائیں تاکہ ان سے پرحذر رہے اور انکے پاس نہ پھٹکے اور اگر دل میں یہ چیزیں جم گئی ہوں تو اسکو بھی صاف کرے اور جہانتک بنے علاج کے درپے ہو۔ اسلئے کہ جبتک بری بات کو آدمی نہیں جانتا اسمیں مبتلا ہو جاتا ہے اور صرف جاننا بھی کافی نہیں جبتک اس سے بچنے کا علاج وتدبیر معلوم نہ ہو لہذا ہم اس باب میں سولہ (۱۶) بیان لکھیں گے۔ اول کے آٹھ بیانوں میں تو غضب کی برائی اور اسکی حقیقت اور اسباب اور علاج اور حلم کا ثواب وغیرہ اور باقیوں میں حقد وحسد کے معنے اور نتیجے اور مذمت واسباب وتدابیر اور جو اسنے متعلق ہے لکھے جاویں گے۔

بیان اول غصہ کی برائی میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ ترجمہ (جب رکھی منکروں نے اپنے دلوں میں حمیت حمیت نادانی کی اتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسولوں پر اور مسلمانوں پر) اس آیت میں اللہ جلشانہٗ نے کفار کی مذمت اسلئے فرمائی کہ انھوں نے

امر باطل پر غیرت کے بارے اتفاق کرایا تھا اور غیرت بھی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہے اور
مومنین کی تعریف سکینت اور وقار اترنے پر فرمائی۔ بخاری میں ابوہریرہؓ سے
نقل ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
عرض کیا کہ مجکو کوئی تھوڑا سا عمل بتلا دیجئے آپؐ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ یعنے غصے نہ ہوا کر
پھر دوبارہ اس نے پوچھا تو وہی جواب دیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی اسی مضمون
کے قریب قریب ابو یعلیٰ نے نقل کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں نے آنحضرتؐ سے عرض
کیا کہ میرے واسطے ایک بات تھوڑی سی ارشاد فرما دیجئے کہ اُسپر تمسک کروں اور عمل
کروں آپؐ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا آپؐ نے یہی جواب دیا
اور یہ بھی انہی کا قول ہے (جو ابن عبد البر و احمد نے نقل کیا ہے) کہ میں نے آنحضرت صلعم
سے پوچھا کہ مجکو خدا کے غضب سے کیا چیز بچا لیگی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود غصہ
مت کیا کر۔ اور (مسلم میں ہے) ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلعم نے
حاضرین سے پوچھا کہ تم لوگ پہلوان زبردست کسکو سمجھتے ہو سبھوں نے عرض
کیا کہ ایسے شخص کو جانتے ہیں جو کسی سے پچھاڑ نہ کھاوے آپؐ نے فرمایا کہ وہ پہلوان
نہیں پہلوان زبردست وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو دبائے رکھے اور
(بخاری و مسلم میں) حضرت ابوہریرہؓ سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہے
کہ آپ نے فرمایا لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ وَاِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ
نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ ترجمہ (سخت نہیں ہے پچھاڑنے والا بلکہ سخت وہ ہے جو غصہ
میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے (ابن ابی الدنیا و رحمت) حضرت ابن عمرؓ فرماتے
ہیں کہ آپؐ نے فرمایا مَنْ کَفَّ غَضَبَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ ترجمہ (جو شخص اپنے غصہ کو

روکے اللہ تعالے اُسکے عیب چھپاتا ہے) اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت غصہ سے بچنا چاہیئے کیونکہ غصہ کی کثرت مرد حلیم کے دل کو خفیف کر دیتی ہے۔ اور حضرت عکرمہؒ تفسیر آیت وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ترجمہ (اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائیگا اور نبی ہوگا نیکوں میں سے) میں فرماتے ہیں کہ سید سے وہ شخص مراد ہے جس پر غصّہ غالب نہ ہو۔ اور (ابن ابی الدنیا و طبرانی میں ہے) حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ مجکو کوئی ایسا عمل بتلایئے جس سے جنّت میں جاؤں آپؐ نے فرمایا کہ غصہ نہ کر۔ اور حضرت یحیٰیؑ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر اُنھوں نے فرمایا کہ یہ تو مجھسے نہیں ہوسکتا میں آدمی ہوں آپ نے فرمایا کہ مال مت جمع کرو اُنھوں نے فرمایا کہ یہ شاید ہوسکیگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غضب سے ایمان ایسا بگڑتا ہے جیسے ایلوے سے شہد خراب ہوجاتا ہے۔ اور فرمایا (بزار و ابن عدی نے بروایت ابن عباس بسند ضعیف یہ مضمون نقل کیا ہے) کہ جو کوئی غصہ کرتا ہے وہ جہنم کے کنارہ جا لگتا ہے اور ایک شخص نے آپؐ سے سوال کیا کہ سب میں زیادہ سخت کیا چیز ہے آپؐ نے فرمایا کہ (احمد بروایت عبداللہ بن عمر) خدا کا غضب اس نے عرض کیا کہ مجکو کون چیز اس سے دور کرے گی آپؐ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر۔ (آثار) حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو غصّہ میں اتنا اچھلتا ہے کہ یہ ڈر ہوتا ہے کہ شاید ابکی اچھال میں دوزخ میں جا پڑے۔ اور حضرت ذی القرنین سے روایت ہے کہ ان سے ایک فرشتہ ملا اُنھوں نے پوچھا کہ مجکو کوئی علم ایسا بتاؤ جس سے میرا ایمان و یقین زیادہ ہو

فرشتہ نے کہا کہ غصہ نہ کیا کرو کیونکہ شیطان آدمی پر جتنا غصہ میں اختیار رکھتا ہے
اور کسی حالت میں نہیں رکھتا پس غصہ کو پی جایا کرو اور نا جبر سے اسکو ساکن کیا کرو
اور جتنا ہو سکے جلدی سے بچو جلدی میں بہرہ وافی نہیں ملتا اور قریب و بعید سے
سہولت و نرمی کے ساتھ رہو اور جابر اور سرکش مت رہو۔ اور وہب بن منبہ سے
روایت ہے کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ میں تھا شیطان نے اُسکو گمراہ کرنا چاہا
مگر وہ اپنی بات پر پکا رہا تو شیطان ایک بار اُسکے حُجرہ کے پاس آیا اور اُسکو پکار کر
کہا کہ دروازہ کھول اُس نے جواب نہ دیا شیطان نے پھر کہا کہ دروازہ کھول دے
ورنہ اگر میں چلا جاؤنگا تو پچھتاویگا اس نے پھر بھی کچھ توجہ نہ کی پھر کہا کہ مسیح ہوں راہب نے
کہا کہ مسیح ہے تو میں کیا کروں مسیح نے ہمکو عبادت و ریاضت کا حکم فرمایا ہے
اور قیامت میں ملنے کا وعدہ کیا ہے اگر خلاف وعدہ قیامت سے پہلے آج ہی
چلے آوینگے تو ہم کب مانتے ہیں پھر شیطان نے اُس سے کہا کہ میں شیطان ہوں
تجھے بہکانا چاہا تھا سو نہ ہو سکا اب اسواسطے آیا تھا کہ جو تو پوچھے بتادوں اُس نے
کہا کہ مجھے کچھ پوچھنا منظور نہیں پس شیطان وہاں سے پھرا لوٹنے میں راہب نے کہا کہ
سنتا ہے یا نہیں اُسنے کہا کہ سنتا ہوں کہا کہ مجھے یہ بتلادے کہ آدمی کی عادتوں سے
کونسی تیری زیادہ مدد کرتی ہے اس نے کہا کہ تیزی اور غصہ آدمی جب غصہ ہوتا ہے
تو ہم اُسکو ایسا لوٹ دیتے ہیں جیسے لڑکے گیند کو لڑھکاتے ہیں۔ اور خیثمہ فرماتے
ہیں کہ شیطان کا مقولہ ہے کہ ابن آدم مجھپر کیسے غالب ہو سکتا ہے جب وہ راضی
رہتا ہے تو میں اُسکے دل میں رہتا ہوں اور جب غصہ ہوتا ہے تو اُڑ کر اُسکے سر
میں چلا جاتا ہوں۔ اور حضرت امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں کہ غضب ہر ایک برائی کی

کنجی ہے اور بعض انصار کا قول ہے کہ تیزی بیوقوفی کی جڑ ہے اور اسکا منشا غصہ ہوتا ہے۔ اور جو جہالت سے خوش رہے اسکو حلم کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ حلم زینت اور نفع کی چیز ہے اور جہالت عیب و ضرر کی اور خاموش رہنا احمق کے جواب میں یہی اسکا جواب ہوتا ہے۔ ع "جواب جاہلاں باشد خموشی"۔ اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ شیطان کا قول ہے کہ بنی آدم سے میں نہیں تھکا اور تین باتوں میں تو کبھی بھی نہیں تھکونگا۔ ایک تو اُن میں سے جب کوئی نشہ پیوے گا تو اسکی نکیل ہمارے ہاتھ میں ہوگی جہاں چاہینگے لیجاوینگے کام ہماری مرضی کے موافق کریگا ایک جب غصہ ہوگا تو قول ایسا کہیگا جسکو جانتا بھی نہ ہو اور کام وہ کریگا کہ جس سے ندامت ہو۔ ایک یہ کہ پاس کی چیز میں ہمیشہ بخل کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور ایسی باتوں کا چاہ والا تے ہیں جنپر اُسکو قدرت نہ ہو۔ اور ایک حکیم سے کسی نے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکھتا ہے اس نے جواب دیا کہ اب اُسکو شہوت رسوا نہ کرے گی اور ہوائے نفسانی سے پچھاڑ نہ کھائیگا اور غصہ اُسکو نہ دبائیگا۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ غضب سے بچنا چاہئے کیونکہ انجام کو معذرت کی ذلت اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ غصے سے ڈرتے رہو اس سے ایمان بگڑ جاتا ہے جیسے ایلوا سے شہد بگڑ جاتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مرد کا حلم غصہ کے وقت دیکھنا چاہیئے اور امانت کو طمع کے وقت جاننا چاہیئے اور جب غصہ نہ ہو اُسوقت کے حلم کا کیا اعتبار ہے اسیطرح بدوں طمع کے امانت کا اعتبار نہیں۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے اپنے عامل کو لکھا کہ غصہ کے وقت کسی کو سزا مت دینا بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آوے تو

اُسکو قید کرنا اور جب غصہ جاتا رہے تب روبکاری کرکے موافق جرم کے سزا دینا اور سزا بھی پندرہ کوڑے سے زیادہ کی نہ ہو۔ اور علی بن زید اُنہی کے حال میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایک قریشی شخص نے اُن سے سخت کلامی کی اُنھوں نے بڑی دیر تک سر نیچا کرلیا اور پھر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تھی کہ حکومت کے جوش میں شیطان کے ہاتھوں خفیف ہوکر آج تمہارے ساتھ وہ بات کروں جسکو کل تم میرے ساتھ کرو۔ اور بعض اکابر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غصہ کے وقت آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی جیسا کہ جلتے تنور میں زندہ کی روح نہیں رہتی پس جو شخص غصہ کم کرے وہی عقیل زیادہ ہے۔ اور غصہ اگر دنیا کے واسطے ہے تو اسکا نام مکر و فریب ہے اور اگر آخرت کے لئے ہے تو اسکو علم اور حلم کہتے ہیں کیونکہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ غصہ عقل کا دشمن جانی ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے فلاح کو پہونچا وہ شخص جو طمع اور ہوائے نفسانی اور غضب سے بچا رہا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جس نے شہوت و غصہ کی اطاعت کی یہ دونوں اُسکو دوزخ کیطرف کھینچیں گے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دین میں پکا ہو اور ایمان مع یقین رکھتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی ملائمت کے ساتھ اور حقوق کی داد و دہش بجالاوے اور تونگری میں میانہ روی اور فاقہ کے وقت تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت میں صبر کرے اور شہوت اُسپر غالب نہ ہو اور ننگ و حمیت اُسپر سرکشی نہ کریں حرص و پیٹ کے باعث ذلیل نہ ہو اور نیت میں کسی طرح کا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم کی نصرت و مدد کرے ضعیفوں پر رحم کرے نہ بخیل ہو نہ مسرف جب اُسپر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہلوں سے درگذر کیا کرے

اُسکا نفس تو ہمیشہ اُسکے ساتھ سے تنگ رہے مگر لوگ اُس سے سب رضی رہیں۔ اور کسی نے
حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ آپ حُسن خلق کو مجملاً ایک لفظ میں ارشاد فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ ترک غضب کا نام حُسن خلق ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے
ایک نبی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی ایسا ہے جو مجھے اسبات کا ذمہ کرے
کہ کبھی غصہ نہ کرونگا اور میرے ساتھ جنت میں درجہ پاوے اور میرے بعد خلیفہ
اور جانشین ہو ایک جوان نے عرض کیا کہ میں کبھی غصہ نہ کرونگا پھر آپ نے دوبارہ کہا
تو پھر اُسی شخص نے کہا کہ میں ایسا ہوں اور انکی زندگی بھر اپنے عہد کو پورا کیا بعد انکی
وفات شریف کے اُنکے خلیفہ ہوئے یہ شخص ذو الکفل علیہ السلام تھے یعنے ضمانت
والے کہ جس بات کا ذمہ کیا تھا اُسکو پورا کیا۔ اور وہب منبہ فرماتے ہیں کہ کفر کے
چار رکن ہیں ایک غضب دوسرے شہوت سوم حمق چہارم طمع۔

بیان دوم غضب کی حقیقت میں

از آنجا کہ خداوند کریم نے حیوان کو ایسا بنایا ہے کہ اسباب داخلی اور خارجی سے فنا
اور ہلاک ہو جاتا ہے تو اپنے خزانہ انعام سے ایک ایسی شئے بھی عنایت فرمائی ہے
کہ جسکے سبب وقت مقرری تک فنا سے محفوظ رہے داخلی اسباب کیطرف جو
غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی ترکیب حرارت اور رطوبت سے ہے جنمیں
باخود ناعداوت اور ضد پائی جاتی ہے۔ حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل اور خشک کرتی
رہتی ہے کہ اُسکے اجزا بخارہ بنکر اُڑجاویں پس اگر رطوبت کو غذا سے مدد نہ ملے اور
جسقدر تحلیل اور خشک ہو جاتی ہے اسقدر جبر و نقصان نہ ہو تو حیوان فنا ہو جاوے
اسلئے خداوند کریم نے غذا سوافق بدن حیوانی کے پیدا کی اور حیوان میں اسکی اشتہا رکھدی

کہ جس سے غذا کھایا کرے اور نقصان کا تدارک ہو کر ہلاک نہ ہونے پاوے اور اسباب
خارجی جو موجب ہلاک ہیں وہ ہتھیار مثل تلوار وغیرہ اور دوسرے مہلکات ہیں
انکے لیئے اللہ تعالیٰ نے ایک قوت غضب پیدا کی ہے جو باطن سے جوش کرتی ہے
اور مہلک چیزوں کو اپنے آپ سے دفع کرتی ہے اُسکو خدا تعالیٰ نے آگ سے
بنا کر آدمی کی سرشت میں خمیر فرما دیا ہے پس جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہے
یا اُسکے خلاف مرضی کوئی چیز پیش آتی ہے تو وہ آگ بھڑک اُٹھتی ہے اور اسکا شعلہ
ایسا تیز ہوتا ہے کہ دل کے اندر کا خون جوش کھا کر رگوں میں اوپر کی طرف چڑھتا ہے
جیسا کہ آگ کا شعلہ اونچا اُٹھتا ہے یا ہنڈیا کا جوش اوپر کو اُبلتا ہے اور یہی وجہ ہے
کہ غصہ کے وقت آدمی کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں چونکہ چہرہ کا پوست نرم
و صاف ہوتا ہے اسلئے خون کی جھلک اسمیں خوب ظاہر ہو جاتی ہے جیسا کہ شیشہ کے
اندر کی چیز معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ حال اُسوقت ہوتا ہے جس وقت کہ اپنے سے کم رتبہ
آدمی پر غصہ آوے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ اسپر میرا قابو ہے اور جس وقت کہ غصہ اپنے
سے زیادہ پر آوے یا انتقام نہ لے سکتا ہو تو ایسی صورت میں خون ظاہر جلد سے ہٹکر
قلب کیطرف کو رجوع کرتا ہے اور باعث رنج و غم ہوتا ہے اسی سے چہرہ زرد رنگ
ہو جاتا ہے اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہے تو یہ دونوں کیفیتیں نمود ہوتی ہیں
لال پیلا رنگ ہوا کرتا ہے اور اضطراب پیش آتا ہے بہر صورت غضب کی جگہ قلب ہے
اور اُسکے معنے یہ ہیں کہ جوش کرنا خون دل کا بدلہ لینے کے واسطے اور یہ قوت موذی
چیزوں کے دفع کے لیئے تو اول ہی متوجہ ہوتی ہے یعنے قبل ایذا اسکا دفعیہ چاہتی ہے
اور بعد ایذا انتقام اور تشفی دل کے لیئے پیدا ہوتی ہے اور اس قوت کی غذا اور اشتہا

انتقام ہے اور اسمیں اُسکو لذت ملتی ہے اور بدوں انتقام چین نہیں لیتی۔ اب اس قوت میں ابتدائی پیدائش سے آدمیوں کے تین درجے ہیں۔ اول درجہ تفریط یعنے کمی کا ہے اور یہ مذموم ہے ایسے ہی شخص کو بے غیرت کہا کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو باوجود غصہ دلانے کے غصہ نہ آوے تو وہ گدہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اور حمیت کا بالکلیہ نہ ہونا بہت نقصان کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے اصحاب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ارشاد فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ (زور آور ہیں کافروں پر) اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ (لڑائی کر منکروں سے اور دغابازوں سے اور سختی کر اُنپر) اور شدت اور غلاظت غضب کے بعد ہوا کرتی ہے دوسرا درجہ افراط یعنے زیادتی کا ہے وہ یہ ہے کہ غصہ اس درجہ غالب ہو کہ عقل و دین کی طاعت و سیاست سے نکلجاوے اور غصہ کے وقت آدمی میں بصیرت اور تامل اور فکر اور اختیار کچھ نہ رہے مضطر کی طرح ہوجاوے اور غلبہ غضب کا سبب یا تو پیدائشی ہوتا ہے کہ شروع پیدائش سے ڈراونی صورت اور زود رنج اور زود غضب ہوتا ہے پھر مزاج کی گرمی اسکو اشتعال دیتی ہے اور شعلہ مذکور دوبالا ہوجاتا ہے اور سردی مزاج سے البتہ اسکی تیزی کم ہوجاتی ہے یا غلبہ غضب کا سبب عادت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں میں نشست اور برخاست رہے جو مغلوب الغضب اور سریع الانتقام ہیں اور ان باتوں کو شجاعت اور جوانمردی جانتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں کہ ہمکو ذرا برداشت نہیں اور ہمکو کوئی ذراسی بات کہے تو نہیں سہ سکتے حالانکہ حقیقت میں گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمکو ذرا عقل و حلم نہیں مگر بیوقوفی سے اُسی کو

فخر جانتے ہیں۔ پس جو شخص ایسے لوگوں سے اسطرح کی باتیں سنتا رہتا ہے اسکے دل میں غصہ کی خوبی جم جاتی ہے اور چاہتا ہے کہ میں بھی ایسا ہی ہو جاؤں اسلئے غصہ بڑھ جاتا ہے۔ اور جب غصہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو غصہ والے کو پھونک دیتی ہے اور نصیحت سننے سے بہرا کر دیتی ہے بلکہ نصیحت سے اور زیادہ غصہ ہوتا ہے اور اگر اپنی عقل و نفس سے کچھ استفادہ کرے یہ بھی نہیں ہو سکتا اسلئے کہ نور عقل گل ہو جاتا ہے خواہ غصہ کے دھویں سے ایسا دھندلا ہو جاتا ہے کہ کام کا نہیں رہتا اسلئے کہ آدمی دماغ سے فکر کیا کرتا ہے مگر جب غصہ کے مارے دل میں خون جوش کھاتا ہے تو اس سے ایک کالا دھواں دماغ کیطرف چڑھکر فکر کی جگہ میں پھیل جاتا ہے بلکہ بعض اوقات حواس کی جگہ کو بھی گھیر لیتا ہے کہ آنکھ سے کچھ نہیں دیکھتا اور کانوں سے کچھ نہیں سنتا دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے اور اس حال میں دماغ کی ایسی صورت ہو جاتی ہے جیسے کسی غار میں آگ جلائی جائے اور تمام غار میں دھواں بھر جاوے اور زمین بھی تیز ہو جاوے تو ایسی جگہ میں اگر کوئی چراغ جلتا ہوا ہوگا تو اس سے کیا سوجھیگا وہ تو دھندلا ہو جاویگا یا گل ہو جائیگا اور جو شخص اس غار میں ہوگا وہ نہ تو اسمیں ٹھہر سکتا ہے نہ کوئی کلام سن سکتا ہے نہ صورت دیکھ سکتا ہے نہ اس دھوئیں کو اندر یا باہر سے فرو کر سکتا ہے بلکہ جب تک جلنے کی چیز جل نہ جائیگی تب تک صبر کرنا پڑیگا۔ یہی حال غصہ کا دل و دماغ کے ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات غصہ کی آگ ایسی تیز ہوتی ہے کہ اس سے وہ رطوبت جس سے کہ دل کی زندگی ہے فنا ہو جاتی ہے اور آدمی ہلاک ہو جاتا ہے جیسے کہ غار کی آگ بعض اوقات زیادہ ہو کر اسکے ٹکڑے

کردیتی ہے اورا وپر سے نیچے کو بیٹھ جاتا ہے یعنے غار کی دیوار وں اور طرفوں ہیں
جو قوت قائم رہنے کی ہے شدت گرمی سے وہ جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے اسیطرح
یہاں بھی غصہ کی آگ سے رطوبت قلبی دور ہوکر باعث موت ہوجاتی ہے اور اگر
واقع میں پوچھو تو سمندر کی موجوں میں طوفان کے وقت کشتی کا ہونا بہت بہتر ہے
اُس حال سے جو غصہ کے وقت آدمی کے دل کا ہوتا ہے اسلئے کہ کشتی کے بچنے
کی توقع ہوتی ہے کیونکہ اسمیں جو لوگ سوار ہیں وہ اسکے ٹھہرانیکی بیسیوں تدبیریں
کرینگے اور یہاں تو نفس کی کشتی کا ناخدا دل تھا وہی غصہ کے سبب اندھا اور بہرا
ہوگیا پھر تدبیر کون کرے۔ اب جاننا چاہیئے کہ شدت غضب کے نشان ظاہر ہیں
یہ ہیں۔ رنگ کا بدل جانا۔ ہاتھ پانٔوں کا کانپنا۔ افعال کا بے ترتیب و انتظام صادر ہونا
کلام میں لڑکھڑانا یہانتک کہ باچھوں میں جھاگ آجاوے اور آنکھیں سُرخ ہوجاویں
نتھنا پھر جاوے شکل بدل جاوے اور اگر غصہ والا اپنی صورت کو غصہ کے وقت
دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے کہ کیسی بُری صورت ہوگئی۔ اور از آنجا کہ
صورت ظاہری صورت باطنی کا عنوان ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن اور
بھی زیادہ بُرا ہوجاتا ہوگا۔ کیونکہ اول صورت باطن ہی بگڑتی ہے اور وہی بگاڑ ہوتے
ہوتے صورت ظاہری پر پھیل جاتا ہے تو گویا تبدل صورت ظاہری فرع ہے اور
صورت باطنی کی بُرائی اصل تو فرع کی صورت سے اصل کو قیاس کرنا چاہیئے۔ غرضکہ
تمام جسم میں تو یہ علامات ہوتی ہیں اور زبان میں غصہ کا اثر یہ ہے کہ گالیاں بکنے
لگتا ہے اور ایسے کلام فحش اور بُرے بولتا ہے کہ جس سے خردمند و نکو شرم آوے
بلکہ خود غصہ والا بدوں غصہ کے وقت کے کبھی اُنکو بولتے ہوئے شرم کرے۔

اور اس فحش کے ساتھ ہی یہ بھی ہوتا ہے کہ لفظوں میں اضطراب اور بندش بالکل خراب ہوتی ہے اور اعضا پر تاثیر غضب یہ ہوتی ہے کہ بے تامل مار پیٹ نوچ کھسوٹ قتل وزخم کرنے لگتے ہیں۔ اگر جس شخص پر آیا ہے وہ سامنے ہوا اُسپر بس چلا تو یہ باتیں اُسکے ساتھ ہونگی اور اگر وہ بھاگ گیا یا کسی اور سبب سے بے قابو ہوگیا تو غصہ خود اپنے اوپر لوٹتا ہے کہ کپڑے پھاڑتا ہے اور اپنا مُنہ پِیٹتا ہے یا زمین پر ہاتھ دے مارتا ہے یا نشہ والوں اور مدہوشوں حیرانوں کی طرح دوڑتا ہے اور کبھی غصہ کے مارے ایسا گر پڑتا ہے کہ اُٹھنے اور دوڑنے کی طاقت نہیں رہتی اور غش سا آجاتا ہے۔ کبھی جمادات وحیوانات کو مارتا ہے۔ مثلاً برتن توڑ ڈالا دسترخوان پھاڑ ڈالا گائے۔ بیل گھوڑے کو گالیاں دینے لگا اور اُن سے ایسی باتیں کرنے لگا جیسی سمجھدار سے کیا کرتے ہیں اور اگر کوئی جانور لات ماردے تو غصہ میں آپ بھی اُسکے لات مارتا ہے حالانکہ یہ حرکات مجنونوں کی سی ہیں۔ اور دل پر تاثیر غصہ کی یہ ہے کہ جسپر غصہ ہوا ہے اُسکی طرف سے کینہ رکھنا اور حسد کرنا اُسکی برائی چاہنا اور اُسکی برائی سے خوش ہونا اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا اور اُسکے بھید کو ظاہر کردینا اور درپے ہتک ہونا اور مسخرہ بنانا وغیرہ پس شدت غضب کے ثمرات یہ ہیں۔ اسیطرح ضعف غضب کا نتیجہ بھی اچھا نہیں یعنے اسکا ثمرہ بے غیرتی ہے کہ جو بات آدمی کے گھر والوں کی مثلاً ماں بہن بیوی وغیرہ کی قابل غیرت کے ہو اُس سے غیرت نہ کرے اور کمینوں سے ذلت اُٹھاوے۔ اور خوار اور رسوا ہے اور بے غیرتی مثل مخنث ہو ٹھیکے ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ سَعْدَ الْغَیُوْرُ وَاَنَا اَغْیَرُ مِنْ سَعْدٍ وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ (سعد البتہ غیرت والا ہے اور میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور خدا تعالیٰ مجھسے زیادہ غیرت والا ہے (مسلم بروایت ابوہریرہ وبخاری ومسلم

علاوہ ازیں غیرت نسبوں کی حفاظت کے لئے پیدا ہوئی ہے اگر غیرت میں لوگ تساہل کریں تو انساب میں فتور اور غلط واقع ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ جس قوم کے مردوں میں غیرت ہوتی ہے انکی عورتوں میں حفاظت رہتی اور بُری بات کو دیکھکر سکوت کرجانا بھی منجملہ ضعف غضب سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُ اُمَّتِیْ اَحِدَّاءُهَا (بہترین میری امت کے وہ ہیں جو سخت ہیں انہیں۔ طبرانی وبیہقی در شعب بروایت علی مرتضے بسند ضعیف) یعنے جو دین میں سخت ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللّٰهِ (اور نہ آوے تمکو اُنپر ترس اللہ کے حکم چلانے میں) بلکہ آدمی اگر اپنے نفس کی ریاضت نہ کرسکے تو یہ بھی اُسی بات کی علامت ہے کہ غصہ نہیں رکھتا اسلئے کہ ریاضت جبھی ہوسکتی ہے جب غصہ کو شہوت پر مسلط کردے یہانتک کہ اگر نفس نکمّی شہوات پر جھکے تو اُسی وقت اُسپر غصہ کرے۔ تیسرا درجہ غصہ کا اچھا اور محمود ہے وہ یہ ہے کہ غصہ منتظر اشارۂ عقل کا رہے اور دین کا مطیع ہو جس جگہ حمیت شرعًا واجب ہے وہاں غصہ آوے اور جس جگہ حلم اور غصہ کا پینا چاہیئے وہاں حد اعتدال سے نہ بڑھے ایسے ہی غصہ سے خداوند کریم نے اپنے بندوں کو مکلّف کیا ہے اور یہ وہی درجہ ہے جسکی صفت اس حدیث شریف میں ہے خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا۔ "بہترین امور درمیانے ہوتے ہیں" (بیہقی در شعب مرسلًا) اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی میں غصہ ایسا سست ہو کہ غیرت بھی کم ہو اور نفس کو ذلت اور ظلم بے موقع کی برداشت ناگوار نہ ہو تو اسکو چاہئے کہ اپنے نفس کا علاج کرے یہانتک کہ غصہ میں قوت آجاوے اور جس شخص میں غصہ حدّ اعتدال سے زیادہ ہو کہ نوبت تہور اور بے عقلی سے بُرے کاموں میں گھُسنے کی پہونچادے اُسکو بھی علاج نفس کا چاہیئے

تا کہ غصہ ایک عمدہ اور درمیانی حالت پر آجاوے جسکا نام صراط مستقیم ہے ہرچند صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے لیکن جو اُسکو نہ پا سکے اُسکو لازم ہے کہ جسقدر اُسکے قریب آسکے اُتنی کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکوگے عورتوں کو اگرچہ اسکا شوق کرو تو بھی نجاؤ کہ ڈال رکھو ایک کو جی سے) اسلئے کہ یہ ضرور نہیں کہ جس سے ہمہ تن خیر نہو سکے وہ ہمہ تن شر ہی کیا کرے بلکہ بعض بدی بعض کی نسبت ہلکی ہوتی ہیں اور بعض نیکیاں بعض کی نسبت زیادہ رتبہ رکھتی ہیں پس اگر بڑی نیکی نہ ہو سکے چھوٹی کے درپے ہو اور اگر شر سے محفوظ نہ رہ سکے تو جسمیں ضرر کم ہو اُسی پر قناعت کرے۔

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اصل غضب کا دور ہونا ممکن ہے یا نہیں

جاننا چاہیئے کہ بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ ریاضت سے بالکلیہ محو کرنا غضب کا ہو سکتا ہے اور مقصود بھی ریاضت سے یہی ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غضب کا کچھ علاج ہی نہیں اور یہ اُن لوگوں کا قول ہے جو یہ تصور کرتے ہیں کہ عادات بھی مثل پیدائش ظاہری کے ہیں جیسا اعضاء ظاہری کے نقصان کو آدمی درست نہیں کرسکتا ویسا ہی خُلق بھی قابل علاج نہیں اور یہ دونوں قول ضعیف ہیں بلکہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ آدمی اپنے جبتنے جی ایک چیز سے محبت رکھتا ہے اور ایک چیز کو بُرا جانتا ہے تو غصہ بھی ضرور ہی ہوگا اسلئے کہ کوئی چیز اُسکے مزاج کے موافق ہوگی اور کوئی مخالف۔ موافق اُسکے خاطر خواہ ہوگی اور مخالف پر اُسکو غصہ آئیگا مثلاً فرض کرو کہ کسی نے اسکی محبوب چیز لے لی تو غصہ ہوگا یا کسی نے اسکو ضرر

پہونچانا چاہا تو بیشک غصہ ہوگا مگر جس شئے کے ساتھ کہ آدمی کو محبت ہوتی ہے اُسکی تین قسمیں ہیں ایک تو ایسی شئے جو سب کے لئے ضروری ہے مثلاً غذا اور مکان اور لباس اور صحت بدن پس جو شخص کہ آدمی کی ایسی چیزوں کو دور کرنا چاہے مثلاً کھانے کی غذا چھین لے یا پانی پینے کا گرادیوے یا کپڑا جو مقدار ستر عورت ہی تھا اسکو چھین لے یا رہنے کے مکان سے نکال دے تو چونکہ ایسی چیزیں ہر ایک شخص کی ضروریات میں داخل ہیں اسلئے انکا علیحدہ ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے اور جو کوئی اُن چیزوں کا مزاحم ہوتا ہے اُسپر غصہ آتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ کسی کے لئے بھی ضروری نہ ہو جیسے بہت سا مال اور جاہ و جلال اور خدم و حشم و سواری وغیرہ کہ یہ چیزیں عادت کے سبب محبوب ہیں ضرورت میں داخل نہیں لوگوں کو علت غائی چیزوں کی معلوم نہیں جہالت سے ایسی اشیاء سے محبت کرتے ہیں دیکھو چاندی سونا خود اتنے محبوب ہوگئے ہیں کہ انکو گاڑ کر رکھتے ہیں اگر کوئی انکو بیجا صرف کرڈالے تو اسپر غصہ آتا ہے حالانکہ یہ دونوں کھانیکی چیزیں نہیں۔ پس اس قسم کی چیز کے لئے جو غصہ ہوتا ہے وہ اس قابل ہے کہ انسان سے بالکلیہ منقطع ہوسکے مثلاً اگر کسیکے پاس ایک مکان زائد از حاجت ہو اور اسکو کوئی ظالم گرادیوے تو ہوسکتا ہے کہ اُسکے گرانے پر غصہ نہ آوے اسطرح کہ مکان والا کوئی شخص دانا بینا ہو جسکو زائد از حاجت کے ساتھ محبت ہی نہ ہو پس اگر اسکو ظالم نے گرادیا تو بوجہ محبت نہ ہونیکے غصہ نہ آئیگا لیکن اگر محبت ہوگی تو بیشک غصہ آئیگا اور بالفعل جو دیکھا جاتا ہے تو اکثر لوگوں کا غصہ ایسی ہی باتوں پر ہوتا ہے جو ضروری نہیں ہوتیں مثلاً شہرت اور جاہ پر اور مجلس میں منتخب ہوکر بیٹھنے پر

اور علم سے فخر کرنے پر تو جس آدمی کو اسبات کا ذرا بھی چسکا اور محبت ہوتی ہے وہ ضرور ہی
غصہ ہو جاتا ہے اگر محفل میں اُسکی نشست ذرا بدلی فوراً لال پیلا ہو جاتا ہے اور جسکو صدر
بیٹھنے کا شوق نہیں وہ اگر جوتیوں میں بیٹھ جائے تب بھی غصہ نہیں کرتا "صدر ہر جا کہ
نشیند صدر است" پر عمل کرتا ہے۔ غرضکہ اکثر لوگوں کی محبت ایسی ہی عادات
ردّی اور خراب سے ہوگئی ہے اسلئے غصّہ بھی بات بات پر کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے
کہ جتنے شہوات اور ارادے زیادہ ہوتے ہیں اُتنا ہی آدمی میں نقصان زیادہ ہے
اسلئے کہ حاجت صفت نقصانی ہے جسقدر اُسکی زیادتی آدمی میں ہوگی اسیقدر
نقصان بھی زیادہ ہوگا نادان آدمی ہمیشہ اسی بات پر کوشش کرتا ہے کہ حاجات
زیادہ پوری ہوں اور آرزوئیں بہت برآمد ہوں حالانکہ یہی چیزیں ذخیرۂ غم واندوہ
کا ہوتی ہیں۔ اور بعضے تو ایسے بحر جہالت میں ڈوبے ہوتے ہیں کہ اگر انکو بُری بات
کا بھی عیب بتایا جائے تو اسپر بھی غصہ ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ تمکو مرغ
لڑانا خوب نہیں آتا یا شطرنج اچھی طرح نہیں کھیلتے یا شراب بہت نہیں پی سکتے۔
یا کھانا زیادہ نہیں کھا سکتے تو یہ باتیں ایسی ہیں کہ اگر آدمی میں نہ ہوں تو خوبی کی بات
ہے مگر اسپر بھی بعض جاہل بگڑ بیٹھتے ہیں کہ ہمکو یوں کیوں کہا خلاصہ یہ کہ اس قسم
کی چیزوں پر جنکی محبت ضروری نہیں غصہ بھی ضروری نہیں۔ تیسری قسم وہ
اشیا ہیں کہ بعض کے حق میں ضروری ہوں اور بعض کے غیر ضروری مثلاً کتاب عالم
کے واسطے محبوب چیز ہے اُسکو اُسکی ضرورت رہتی ہے اِسی لئے اُس سے محبت
رکھتا ہے اور اگر کوئی اُسکو جلا دے یا ڈبو دے یا ضائع کر دے تو اسپر غصہ ہوتا ہے
یہی حال اوزاروں کا ہے بہ نسبت پیشہ والوں کے کہ ہر پیشہ والے کو غذا کا ملنا بدون اوزار کے

اور اپنے کام کے مشکل ہے پس چونکہ اوزار ضروری چیز یعنے غذا وغیرہ کے حصول کے وسیلے ہیں اس جہت سے پیشہ والے کو اُن سے محبت ہوتی ہے اور انکو ضروری جاننا ہے حالانکہ محبت ضروری وہ ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں اشارہ فرمایا ہے مَنْ اَصْبَحَ اٰمِنًا فِی سِرْبِہٖ مُعَافًی فِی بَدَنِہٖ عِنْدَہٗ قُوْتُ یَوْمِہٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَہُ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِھَا " جو شخص کہ اپنے گھر میں نڈر ہو اور بدن سے تندرست اور اُسکے پاس اُسدن کی غذا موجود ہو تو گویا اُسکے لئے تمام دنیا حاصل ہے"

(ترمذی وابن ماجہ بروایت عبداللہ بن محسن اور اسمیں لفظ بحذافیرہا نہیں اور ترمذی نے کہا ہے کہ حسن غریب ہے)

پس جو شخص کہ حقائق امور سے واقف ہو اور یہ تینوں باتیں مذکورہ حدیث اسکو حاصل ہوں تو ہوسکتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے سوا میں غصہ نہ کرے۔ یہ تین قسمیں تو بیان ہو چکیں اب ریاضت کے باعث جو اثر ہر ایک قسم میں ہوتا ہے اُسکو سننا چاہئے قسم اول میں تو ریاضت اسبات کو مفید نہیں ہوتی کہ دل کا غصہ بالکل نیست ونابود ہو جاوے بلکہ ریاضت اسلئے ہوتی ہے کہ دل میں ایسا ملکہ ہو جائے جس سے مطیع غضب کا نہ رہے اور بظاہر اسکا استعمال اسی درجہ تک کرے جسکو شرع اور عقل مستحسن جانے اور یہ امر مجاہدہ اور کوشش سے ممکن ہے کہ بتکلف حلم کیا کرے اور مدت تک برداشت کرتا رہے یہانتک کہ حلم وبرداشت مثل امور طبعی کے عادت راسخ ہو جاویں الّا بیخ وبُن سے غصہ کو دل میں سے نکالنا غیر ممکن ہے اور خلاف مقتضائے طبع۔ ہاں تیزی کا توڑنا اور اسکا کمزور کردینا ہوسکتا ہے کہ باطن میں اسکا جوش نہ ہونے پاوے اور یہانتک ضعف آجاوے کہ اُسکا اثر منہ پر کچھ بھی محسوس نہ ہو گویہ امر نہایت سخت ہے تاہم امکان سے باہر نہیں اور یہی حال قسم سوم کا بھی ہے

اسلئے کہ اسمیں بھی آخر بعض لوگوں کے حق میں تو وہ اشیا ضروری ہیں ریاضت سے انکو
بھی یہ فائدہ ہوگا کہ غصہ کی شدت باطن میں نہ ہوگی اور صبر کی سختی زیادہ محسوس نہ ہوگی
اور دوسری قسم کی اشیا پر جو غصہ ہوتا ہے تو ریاضت سے اسکا قطعاً استیصال
ہوسکتا ہے یعنے جب دل میں سے محبت غیر ضروری چیزوں کی دور ہوجاویگی تو اُسکے ساتھ
ہی غصہ بھی علیحدہ ہوگا کہ محبت اور وہ لازم اور ملزوم ہیں اور اسمیں ریاضت کا طور
یہ ہے کہ آدمی یوں تصور کرے کہ میرا وطن قبر تاریک ہے اور ٹھہرنیکی جا آخرت ہے
دُنیا صرف ایک گذرگاہ ہے کہ اس سے گذر جانا قطعی ہوگا اور یہاں جو میں آیا ہوں صرف
اسلئے کہ توشۂ آخرت حاصل کروں۔ ؎ کارِ دُنیا کسے تمام نکرد ۰ ہر چہ گیرید مختصر گیرید۔
بقدر ضرورت اشیا کے سوا سب کو یہ جانے کہ وطن اصلی اور مستقر حقیقی میں یہ چیزیں
باعث وبال ہونگی ان خیالات سے دنیا میں زہد اختیار کرکے محبت دنیا دل سے
محو کر ڈالے تو یقین ہے کہ اسطرح کی ریاضت سے بالکل اصل غصہ کی جاتی رہتی ہو
اور کچھ نہ ہوگا تو اسقدر تو ضرور ہی ہوگا کہ غصہ کو ظاہر نہ کریگا اور اُسکے بموجب عمل نہ
کریگا۔ اسلئے کہ غصہ تابع محبت کا ہے اگر محبت جاتی رہیگی تو یہ بھی فنا ہوجائیگا مثلاً
ایک آدمی کے پاس کتا ہے جس سے کہ اُسکو محبت نہیں اگر کوئی دوسرا شخص اُس کتے
کو مارے تو اُسکو غصہ نہ آئیگا کیونکہ محبت اُسکی نہیں۔ بہرحال جڑ سے جاتا رہنا غصہ کا
تو بہت ہی مشکل ہے الا ضعیف ہوجانا اور اُسکے بموجب عمل کا نہ ہونا بھی غنیمت ہے
یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم اول یعنے ضروری اشیا کے جانے سے درد و رنج
ہوتا ہے کہ حاجت کی چیز جاتی رہی یہ ضرور نہیں کہ غصہ بھی آوے۔ مثلاً اگر کسی نے
بکری کھانیکے لئے پالی ہو اور وہ مرجاوے تو اُسکو رنج اُسکے مرنیکا البتہ ہوگا مگر غصہ کسی پر

نہیں کریگا اور یہ امر ضروری بھی نہیں کہ ہر رنج کے ساتھ غصہ بھی ہوا کرے۔ دیکھو خون نکلوانے میں تکلیف اور درد تو ہوتا ہے مگر فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانیوالے پر غصہ نہیں آتا پس جس شخص پر توحید کا غلبہ ہو یہانتک کہ سب اشیا کو قبضہ قدرت الٰہی میں دیکھے اور سب کچھ اسی کیطرف سے جانے تو وہ غصہ نہیں کریگا اسواسطے کہ وہ مخلوق کو صرف ایک واسطہ جانیگا جیسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو اگر بادشاہ مثلاً کسی آدمی کی گردن مارنیکا فرمان لکھ دے تو وہ قلم پر غصہ نہیں کریگا اسیطرح جو شخص اسکی بکری ذبح کرڈالے اسپر بھی غصہ نہ ہوگا کیونکہ ذبح اور موت کو خدا ہی کی طرف سے جانتا ہے تو غلبۂ توحید میں غصہ نہ آنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں خدا کے ساتھ حسنِ ظن بھی اسی بات کا مقتضی ہے یعنی جب یہ تصور کیا کہ خداوند کریم میرے حق میں جو بہتر ہے وہی کرتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے بھوکھا یا بیمار یا زخمی رہنے ہی میں اسکے نزدیک بہتری ہوگی پس غصہ کی کوئی وجہ نہیں جیسے خون نکالنے والے پر غصہ نہیں آتا کیونکہ اپنی بہتری اسمیں متصور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع میں غلبۂ توحید سے یہ بات تو ممکن ہے مگر اس درجہ کی توحید ہمیشہ نہیں رہا کرتی اور دیرپا نہیں ہوتی بلکہ آناً فاناً بجلی سی چمک جاتی ہے اور انجام کو دل وسیلوں ہی کیطرف رجوع کیا کرتا ہے اور یہ بات دل میں جبلّی اور طبعی ہے اور اگر توحید دیرپا ہوا کرتی تو اشرف المخلوقات وسرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور رہی ہوتی حالانکہ آپ کو غصہ آتا تھا یہانتک کہ رخسار مبارک[۵۱] سُرخ ہو جاتے تھے اور خود ارشاد فرمایا کہ[۵۲] الٰہی میں آدمی ہوں آدمی کی طرح مجکو بھی غصہ آتا ہے پس جس کسی مسلمان کو میں نے گالی دی ہو

[۵۱] مسلم نے بروایت جابر نقل کیا ہے کہ خطبہ پڑھنے میں آپکی آنکھیں سرخ ہوجاتی تھیں اور آواز اونچی اور غصہ سخت ہوتا تھا اور حاکم نے لکھا ہے کہ قیامت کے ذکر کرنے میں آپ کے رخسار سُرخ ہو جاتے تھے اور غصہ کڑا پڑ جاتا تھا[۵۲] بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ

یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو تو میری طرف سے اِن باتوں کو اُسکے لئے رحمت کردے اور باعث تقرب بنادے کہ جسکے سبب قیامت میں اُسکو تیرا تقرب حاصل ہو اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ مینے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کلام آپ غصہ اور خوشی کی حالت میں فرمایا کرتے ہیں اُسکو میں لکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ لکھا کر قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجکو رسول برحق بنایا اس سے یعنے زبان سے سوائے حق کے کچھ نہ نکلیگا اور یہ نفرمایا کہ میں غصہ نہیں ہوتا ہوں بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجکو حق سے تجاوز نہیں کرنے دیتا یعنے میں اُسکے مقتضا کے بموجب عمل نہیں کرتا ہوں (ابوداؤد)۔ اور حضرت عائشہؓ ایک بار غصہ ہوئیں تو آپ نے فرمایا کہ تجھے کیا ہوا تیرا شیطان تیرے پاس آیا ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ کیا آپکا شیطان نہیں آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں مگر مینے اللہ سے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہو گیا مجکو خیر کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ یہ نہ فرمایا کہ میرا شیطان نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ وہ مجکو بدی کا امر نہیں کرتا اور یہاں شیطان سے شیطان غضب مراد ہے (مسلم بروایت عائشہ صدیقہؓ) اور حضرت علی رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے واسطے کبھی غصہ نہ آتا تھا اور اگر امر حق میں غصہ فرماتے تھے تو کسیکو خبر نہیں ہوتی تھی اور نہ کوئی شئے تاب مقابلہ لا سکتی تھی یہانتک کہ حق کا انتقام لے لیں اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ اللہ ہی کے واسطے امر حق پر ہوتا تھا (ترمذی از شمائل ۱۲) تاہم فی الجملہ التفات وسیلوں کیطرف پایا جاتا ہی اسی طرح جو شخص کسیکی قُوت اور حاجت دینی کی چیز چھین لے اور وہ اُسپر غصہ کرے تو یہ غصہ خدا کے واسطے ہوگا اسطرح کے غصے کا علیحدہ ہونا ممکن نہیں ہاں بعض اوقات

جب کوئی شخص کسی زیادہ ضروری مہم میں مشغول رہتا ہے تو ضروری چیز کے چھین جانے
پر بھی غصہ نہیں کرتا کیونکہ دل اور طرف مشغول ہوتا ہے اسمیں گنجائش غصہ کی نہیں
ہوتی اپنے استغراق کے باعث اور چیز کو خیال میں بھی نہیں لاتا چنانچہ حضرت سلمانؓ
کو جب کسی نے گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میزان اعمال میں میرے عمل کم ہوئے
تو جو کچھ تو کہتا ہے میں اس سے بھی بدتر ہوں اور اگر پلہ بھاری ہے تو اس کہنے سے
میرا کچھ ضرر نہیں پس چونکہ آپ کا قلب آخرت میں مصروف تھا گالی سے متاثر نہ ہوا
اسی طرح کسی نے ربیع بن خیثم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا قول سنتا ہے
جنت سے اسطرف ایک گھاٹی ہے اگر میں نے اسکو طے کرلیا تو تیری بات سے کچھ بھی ضرر
نہ ہوگا اور اگر وہ طے نہ ہوئی تو جو کچھ تو کہتا ہے اس سے بھی بدتر ہوں۔ اور ایک شخص نے
حضرت ابوبکرؓ کو گالی دی آپ نے اپنے نفس کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تیرے جن عیبوں کو
خدا تعالےٰ نے چھپا رکھا ہے وہ بہت ہیں تو گویا آپ اپنے نفس کی تقصیر و نقصان
کے دیکھنے میں مشغول تھے یعنے یہ بات مدنظر تھی کہ خدا تعالےٰ کو حق معرفت نہ پہچانا
اور جسقدر اس سے ڈرنے کا حق تھا اتنا خوف نہ کیا بس اس حال میں اگر کسی دوسرے
نے انکے نفس کو ناقص کہا تو اسکی تاثیر نہ ہوئی اسلئے کہ وہ تو خود پہلے ہی سے باوجود
شان صدیقی اپنے نفس کو نقصان کی آنکھ سے ملاحظہ فرماتے تھے۔ اور ایک عورت
نے مالک بن دینارؒ کو کہا کہ "او ریاکار" آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے اور کسی نے
نہیں پہچانا تو گویا وہ اپنے نفس سے آفتِ ریا دور کرنے میں مشغول تھے اور اسکو
یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھ سے چھوٹا نہیں جو کچھ ہے شیطان کا فریب ہے جب اس عورت
نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اسواسطے غصہ نہ ہوئے۔

اور حضرت شعبی کو کسی نے بُرا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو خدا میرے حال پر رحم کرے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے دل پر رحم کرے۔ اِن حکایات سے صاف ثابت ہے کہ اِن لوگوں نے جو غصہ نہ کیا تو یہی وجہ تھی کہ انکے دل اور مہمات دینی میں مصروف تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اِن باتوں نے اُنکے دلپر تاثیر کی ہو مگر وہ اسکیطرف متوجہ نہ ہوئے جو بات انکے دلپر غالب تھی اسی کی طرف التفات کیا غرضکہ دل اگر کسی امر مہم میں مشغول ہو تو محبوب چیزوں کے جاتے رہنے میں ہیجان غضب سے محفوظ رہتا ہے پس غصہ کا نہ ہونا دو باتوں سے ممکن ہوا ایک تو یہ کہ دل اور کسی مہم میں مصروف ہو دوسرے یہ کہ غلبۂ وحدانیت ہو اور ایک تیسرا سبب بھی غصہ کے نہونے کے لئے ہے وہ یہ ہے کہ یوں جانے کہ خدا کو میرا غصہ ناپسند ہے پس محبت الٰہی کے باعث آتش غضب فرو ہو جائیگی اور یہ امر بھی محال نہیں کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا ہے خلاصہ اس سب تقریر کا یہ ہے کہ آتش غضب سے رہائی اسی میں ہے کہ محبت دنیا یک لخت دل سے مٹا دیوے اور محبت کا دور کرنا دنیا کے فریبوں اور مہلکات کو پہچاننے سے ہوتا ہے اور جو شخص جاہ کی محبت دل سے دور کر دے وہ بہت سے اسباب غضب سے محفوظ رہتا ہے اور غضب کے اسباب میں سے جو سبب ایسا ہے کہ وہ بالکلیہ مٹ نہیں سکتا اسکی تیزی کم ہو سکتی ہے اور سبب کے ضعیف ہونے سے غضب کا ضعیف ہونا بھی آسان ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ ہمکو بھی اپنے لطف و کرم سے توفیق غصہ دفع کرنیکی عنایت فرماوے۔

چوتھا بیان غصہ کے سببوں کے ذکر میں اور اُنکے دور کرنیکی تدبیریں

چونکہ دور ہونا مرض کا اُسکی علت کے دور ہونے سے ہوتا ہے اسلئے غصہ کا دور ہونا بھی اُسکے سبب کے دور ہونے پر ہی منحصر ہے اسواسطے اُسکے اسباب کو اور

انکے دور کرنے کی تدبیر کو معلوم کرنا چاہیئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ سب میں سخت تر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ غضب الٰہی نہایت شدید ہے پھر انھوں نے پوچھا کہ اسکے لگ بھگ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی کا غصہ پھر پوچھا کہ غضب کس بات سے ظہور و نشو و نما پاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تکبر اور فخر اور عزت طلبی اور حمیت سے غصہ آیا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اشتداد غصہ کے اسباب یہ چیزیں ہیں۔ کبر اور عجب اور مزاح اور لغو ہنسی ٹھٹھا اور دوسرے کو بنانا عیب لگانا اور بات کاٹنا اور ضد کرنی اور فریب کرنا اور حصول مال و جاہ میں کثرت سے حرص کرنی اور یہ سب باتیں عادات بد ہیں اور شرعاً مذموم انکے رہتے ہوئے غضب کا جانا ممکن نہیں اسلئے ضرور ہوا کہ ان عیبوں کو آدمی انکے مقابل کی چیزوں سے کھووے یعنی تکبر کو تواضع سے دور کرے اور عجب کو اپنے نفس کی پہچان سے زائل کرے۔ اور فخر کو یوں دور کرے کہ میں بھی آدمی ہی ہوں جیسے اور میرے باندی غلام ہیں آخر سب کا باپ تو ایک ہی تھا پیچھے سے قومیں جدا جدا ہو گئیں آدم زاد ہونے میں سب یکساں ہیں فخر عمدہ بات میں کرنا چاہیئے کبر اور عجب اور شیخی تو کمینگی کے عادات ہیں ان سے کیا فخر کرنا چاہیئے بلکہ یہ سب باتیں رذائل کی اصل ہیں اگر انہی کو اپنے آپ سے دور نہیں کیا تو فخر کس بات کا ہے ناک آنکھ کان جسم نسب میں تو سب برابر ہی ہیں اور مزاح اسطرح دور کرے کہ ایسے مہمات دینی میں مصروف ہو کہ عمر بھر ان سے فرصت ہی نہ ملے جو نوبت مزاح کی پہونچے اور لغویات سے اسطرح بچے کہ عمداً فضائل اور اخلاق حسنہ کی طلب میں اور علوم دینیہ کی تحصیل میں کوشش کرے جس سے کہ سعادت اُخروی میسّر ہو۔ اور دوسرے کو بنانے میں یہ خیال کرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی خیال

ساتھ بیش ہو چاہ کن را چاہ درپیش" مشہور مثل ہے اور علاوہ ازیں لوگوں کی ابتدا ایک
امر معیوب ہے اسکو اختیار کرنا بُرا ہے اور عیب جوئی میں یہ سمجھے کہ بُری بات کا منھ سے
نکالنا بُرا ہے اسکے سوا اگر کوئی جواب ترکی بہ ترکی دیگا تو تلخ معلوم ہوگا اور علیٰ ہذا القیاس
بات کاٹنے اور ضد کرنے اور فریب دینے میں تصور کرے کہ اُن سے میرے بنی نوع کا
نقصان ہے انکا مرتکب نہ ہونا چاہیئے اور کثرت مال وجاہ کی حرص کو اسطرح مٹاوے
کہ مقدار ضرورت پر قناعت کرے تاکہ استغنا بھی حاصل ہو اور حاجت کی ذلت سے
محفوظ رہے اور یہ جتنی باتیں اوپر لکھی گئیں اُن میں سے ہر ایک کے علاج میں بہت سی
ریاضت وتحمل ومشقت چاہیئے مجملاً یہ ہے کہ اِن اخلاق کی برائیوں اور آفتوں سے
واقف ہونا چاہیئے تاکہ دل کو اُن سے نفرت ہو اور پھر جو جو باتیں اُنکے مقابل لکھی
گئی ہیں اُنپر مدام عامل رہے کہ رفتہ رفتہ اُنکا عادی ہو کر نفس پر شاق نہ معلوم ہوں
بلکہ اُنس واُلفت ہو جاوے جب یہ بُری عادتیں چھوٹ جاویں اور نفس اُن سے
پاک وصاف ہو جاوے تو غصہ بھی جو اُنہی چیزوں سے پیدا ہوتا ہے جاتا رہیگا۔
اور ایک بڑا سبب غصہ کا جاہلوں میں یہ ہے کہ غصہ کا نام شجاعت اور جوانمردی اور جرأت
وعلو ہمت رکھا ہے اور اسی طرح کے اچھے اچھے لقب اُسکو دئے ہیں یہانتک کہ نفس
براہِ جہل اسی کیطرف میل کرتا ہے اور اچھا جانتا ہے اور کبھی اُسکی تقویت یوں بھی ہوتی ہے
کہ اکابر کی تعریف کے مقام میں جو شدت غضب کو شجاعت سے بیان کرتے ہیں تو چونکہ
لوگوں کو اکابر کی مشابہت کا شوق ہوتا ہے اسلئے دل میں ہیجان غضب ہوتا ہے
اور اس جوش غضب کو شجاعت اور علو ہمت کہنا جہالت ہے یہ تو ایک مرض قلب
اور نقصانِ عقل ہے جو نفس کے ضعف ونقصان سے پیدا ہوتا ہے اور اسوجہ سے جن لوگوں کا

نفس یا عقل ضعیف ہے یا نقصان رکھتا ہے اُنکو یہ مرض بہت جلد ہوتا ہے۔ دیکھو بیمار کو بہ نسبت تندرست کے جلد غصہ آتا ہے اور عورت کو بہ نسبت مرد کے اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بوڑھے کو بہ نسبت جوان اور بُری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے جلد جوش آجاتا ہے۔ کمینہ آدمی اگر ایک لقمہ نہ پاوے یا بخیل سے اگر ایک دانہ چھوٹ جاوے تو کیسا غصہ ہوتا ہے یہانتک کہ اپنے بال بچوں اور اہل و عیال سے بھی غصہ ہی کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نقصان و ضعفِ عقل باعث غصہ کا ہے زبردست وہی ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِىْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔ "سخت نہیں ہے پچھاڑنے والا بلکہ سخت وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو"۔ اور جو شخص ایسا نہ ہو تو اُسکے سامنے اہل حلم و عفو کی حکایتیں بیان کرنی چاہئیں تاکہ وہ اپنے نفس کا علاج کرے غرضکہ غصہ کا پینا انبیا اور اولیا اور حکما اور علما اور عمدہ بادشاہوں اور فضلا سے منقول ہے۔ اور اسکا عکس ترکوں اور جاہلوں اور غبیوں اور بیعقلوں سے منقول ہے۔

پانچواں بیان غصہ کے علاج کا بعد جوش کے

ابتک جو بیان ہوا وہ یہ تھا کہ غصہ کے اسباب کو دور کرنا چاہیئے تاکہ جوش و تشدد نہ ہونے پاوے لیکن اب یہ ذکر ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے غضب بر سر جوش آجاوے تو اس طرح استقلال کیا جاوے کہ صاحب غضب مضطرب ہو کر اُسکے بموجب بُری طرح پر کام نہ کر بیٹھے اور یہ استقلال جوش غضب میں معجون علم و عمل سے حاصل ہوتا ہے علم کے متعلق تو چھ باتیں ہیں۔ اول یہ کہ جو اخبار کہ غصہ کے پینے اور عفو اور حلم کی فضیلت میں ہیں

وارد ہیں جنکا بیان عنقریب کیا جاویگا اُنکو سوچے اور اُنکے ثواب کی رغبت کرے
پس کیا عجب ہے کہ ثواب کی حرص سے جوش جاتا رہے اور انتقام سے در گذرے
حضرت مالک بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ کسی شخص پر غصہ ہوئے اور
اُسے پیٹنے کا حکم فرمایا ہے اُسوقت مینے یہ آیت پڑہی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ
عَنِ الْجَاهِلِينَ۔ "خوگر ہو معاف کرنیکا اور کر نیک کام اور کنارہ کر جاہلوں سے"۔ پس حضرت
عمرؓ اس آیت کو بار بار پڑہتے تھے اور سوچتے تھے اور آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی آیت
آپ کے سامنے پڑہی جاتی تو بہت دیر تک اُسکے سمجھنے میں تامل کیا کرتے تھے اُسی
معمول کے موافق سوچکر اُس شخص کو رہا کیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رہ نے ایک
شخص کے مارنیکا حکم کیا اور پھر یہ ارشاد الہی زبان پر لائے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ
وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ "اور دبا لینے والے غصہ کو اور معاف کرنے والے لوگوں سے"
اُسی وقت خادم سے کہا کہ اُسکو جانے دو۔ دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو عذاب الہی سے
ڈراوے اور یوں کہے کہ جتنی میری قوت اُس شخص پر ہے اُس سے زیادہ خدا کا زور
مجھپر ہے اگر مینے آج اُسپر غصہ چلا لیا کل قیامت کو خدا کے غضب سے کون بچاویگا
آخر مجھے بھی اُسوقت شدت سے احتیاج عفو کی ہوگی تو دوسروں کو معاف کرنے سے
شاید نجات ملجاوے چنانچہ بعض صحیفوں میں مذکور ہے کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے
کہ اے آدم زاد جس وقت تو غصہ کرے مجکو یاد کر لیا کر جس وقت میں غصہ ہونگا
تو تجکو یاد کرونگا اور تباہ کاروں کے ساتھ ہلاک نہ کرونگا۔ اور ایک بار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو کسی کام کے لئے بھیجا اُس نے دیر کی جب سامنے آیا
تو آپ نے فرمایا کہ لَوْلَا الْقِصَاصُ لَأَوْجَعْتُكَ "یعنے اگر قصاص قیامت نہ ہوتا تو تجکو خوب دکھ دیتا

اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں جتنے بادشاہ ہوئے ہیں سب کے ساتھ ایک حکیم رہتا تھا جب بادشاہ غصہ ہوتا وہ حکیم ایک پرچہ بادشاہ کے حوالہ کرتا اسمیں لکھا ہوتا تھا کہ مسکین پر رحم کر اور موت سے ڈر اور قیامت کو یاد کر۔ اس پرچہ کے دیکھنے اسکا غصہ فرو ہو جاتا تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر خوف عذاب اخروی نہ ہو تو رنج و مصائب دنیاوی جو غصہ کے باعث ہوتے ہیں اُنہی کو تامل کرے کہ جس شخص پر غصہ کرونگا وہ میرا مخالف ہو جائیگا اور حرف مقابل بنکر درپے تخریب اور ایذا رسانی اور شماتت و ہتک وغیرہ کے ہوگا اور مآل اُس تامل کا یہ ہے کہ شہوت سے غضب کو روکنا ہوتا ہے یعنی دنیا کی ایک خرابی کو دوسری خرابی کی فکر سے ہٹانا چاہتا ہے اسی لئے اعمال آخرت میں شمار نہیں ہونے کا اور نہ اُسپر کچھ ثواب ہوگا ہاں اگر دنیا کی تشویش سے علم و عمل کے لئے دل کو فراغت حاصل نہ ہو اور آخرت کے لئے مدد نہ ملے تو البتہ ایسی تشویش دنیاوی کو دور کرنے میں ثواب ہوگا۔ چوتھے یہ کہ غصہ کے وقت دوسرے لوگوں کی جیسے صورت بُری بنجاتی ہے اپنی صورت کو غصہ میں بھی ویسا ہی خیال کرے اور تصور کرے کہ خود غصہ ایسی بلا ہے کہ جسکو آتا ہے اُسکی شکل باؤلے کتے یا درندہ کی سی ہو جاتی ہے اور اُسکے برخلاف حلیم و صاحب وقار و تارک غضب کی صورت انبیا اور اولیا اور علما اور حکما کی سی ہوتی ہے اب چاہے جونسی صورت اختیار کرے خواہ کتوں اور درندوں اور کمینوں کی شکل بنے یا علما و حکما و انبیا سے متشابہ ہو اگر ذرا بھی عقل ہوگی تو اچھے ہی لوگوں کی عادت و اقتدا کو دستور العمل ٹھہرائیگا۔ پانچویں یہ کہ جس سبب سے انتقام لیا چاہتا ہے اور غصہ کو پی نہیں سکتا اسمیں فکر کرے کہ وہ کیا وجہ ہے آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی۔ مثلاً شیطان بہکاتا ہے کہ

اگر تو نے انتقام نہ لیا تو دوسرا شخص جانیگا کہ دب گیا اور لوگوں کے نزدیک بھی ایک ذلت اور رسوائی ہوگی۔ پس اگر یہی سبب ہو تو چاہیئے کہ اپنے نفس کو سمجھاوے کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بردباری تجکو ایسی بری معلوم ہوتی ہے رسوائی قیامت کے روز کی بری نہیں معلوم ہوتی جب دوسرا شخص ہاتھ پکڑ لیگا اور اپنا بدلہ لینا چاہیگا اور لوگوں کی نظروں میں حقارت کا اتنا خوف ہے خدا کی نظروں میں اور فرشتوں اور انبیا کی نظروں میں حقیر ہونے کا خوف نہیں آدمیوں سے کیا مطلب اٹکا ہے کہ انکا خیال زیادہ ہو خدا کے واسطے غصہ پی جانے میں تو مرتبہ زیادہ ہوگا علاوہ اسکے اگر بالفرض کسی نے اُسپر ظلم ہی کیا ہے تو جسقدر یہ انتقام لیا چاہتا ہے قیامت کو اس سے زیادہ اُسکی ذلت ہوگی یوں ہی کیوں نہ کرے کہ غصہ پی جائے اسمیں تو ہر طرح اپنا ہی پالا جیتنا ہے کیا اسکو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ جب قیامت میں پکارنیوالا پکارے کہ جسکی اجرت خدا پر ہو وہ کھڑا ہو جائے اور اُسوقت سوا معاف کرنیوالونکے کوئی نہ اُٹھیگا ایسے وقت میں یہ مستحق کھڑا ہونیکا ہو۔ لیکن اسطرح کی باتیں ایمان سے متعلق ہیں انکو چاہیئے کہ دل میں خوب ٹھان لے۔ چھٹے یہ کہ یوں جانے کہ میرا غصہ اس سبب سے ہے کہ کام میری مرضی کے موافق کیوں نہ ہوا خدا کی مرضی کے موافق کیوں ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت بیوقوفی کی بات ہے کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح دے بلکہ ممکن ہے کہ اس سبب سے خدا تعالیٰ کا غضب اُسپر اُسکے غصہ سے بڑھکر ہو اور عمل غصہ کے دفع کا یہ ہے کہ زبان سے کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (پناہ مانگتا ہوں اللہ سے شیطان مردود سے) غصہ کے وقت یہی کہنے کا حکم حدیث شریف میں بھی ہے (جو بخاری و مسلم میں بروایت سلیمان بن صرد) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

دستور تھا کہ جب حضرت عائشہ رضؓ غصہ ہوتیں تو آپ انکی ناک پکڑتے اور فرماتے اے عویش یوں کہہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ " اے اللہ پالنے والے پیغمبر محمدؐ کے بخشدے مجکو میری خطا اور دور کر میرے دل کا غصہ اور پناہ دے مجکو گمراہ کرنے والوں فتنوں سے (ابن سنی در یوم ولیلہ بروایت عائشہ صدیقہ رضؓ) تو اس دعا کا کہنا بھی مستحب ٹھہرا۔ اگر اس زبانی قول سے غصہ نہ جائے تو یہ کرے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے یعنی اپنے آپ کو زمین کی خاک سے قریب کر دے تاکہ یہ معلوم ہو کہ میں اس سے پیدا ہوا ہوں اور انجام کو بھی اسمیں جانا ہے اس عمل سے اپنے نفس کی خاکساری سمجھ میں آجاویگی اور بیٹھنے خواہ لیٹنے سے غصہ ساکن ہوجاویگا اسلئے کہ غصہ حرارت سے ہوتا ہے اور حرارت حرکت سے تو جب بیٹھنے یا لیٹنے سے حرکت دور ہوئی تو توقع ہے کہ حرارت غضب بھی دور ہوجاوے۔ اور یہ عمل بھی حدیث شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَۃٌ تَوَقَّدُ فِی الْقَلْبِ اَلَمْ تَرَوْا اِلٰی اِنْتِفَاخِ اَوْدَاجِہٖ وَحُمْرَۃِ عَیْنَیْہِ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَاِنْ کَانَ قَائِمًا فَلْیَجْلِسْ وَاِنْ کَانَ جَالِسًا فَلْیَنَمْ " غصہ ایک چنگاری ہے جو دل میں بھڑکتی ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ غصہ والے کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں پس اگر تم میں سے کیسکو یہ حال عارض ہو تو اگر کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جاوے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے (ترمذی بروایت ابوسعید اور اس میں توقد نہیں ہے اور بیہقی نے وہ بھی نقل کیا ہے) اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا نہا ڈالے کیونکہ آگ بدوں پانی کے نہیں بجھ سکتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ بِالْمَاءِ فَاِنَّمَا الْغَضَبُ مِنَ النَّارِ " جب کوئی تم میں سے

غصہ ہو تو چاہیئے کہ پانی سے وضو کرے کہ غصہ آگ سے ہے" (ابوداؤد بروایت عطیہ سعدی اور اسمیں بالما نہیں ہے) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ "بیشک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے اور اگ کو پانی سے بجھاتے ہیں پس جب کوئی تمسے غصہ ہو تو چاہیئے کہ وضو کرے" (مثل حدیث بالا ہے) اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ حدیث مروی ہے اِذَا غَضِبْتَ فَاسْكُتْ "جب تو غصہ ہو سکوت کر" (احمد و ابن ابی الدنیا و طبرانی) اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ حضرت کی عادت شریف یہ تھی کہ غصہ کے وقت اگر کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے اسی سے آپکا غصہ فرو ہو جاتا تھا" (ابن ابی الدنیا نے نقل کی ہے مگر سند میں ایک راوی کا نام نہیں لیا اور احمد نے یہ مضمون اور طرح پر بسند جید نقل کیا ہے) اور حضرت ابو سعید خدری سے یہ حدیث منقول ہے اَلَا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابْنِ آدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلَى حُمْرَةِ عَيْنَيْهِ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِهِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيُلْصِقْ خَدَّهُ بِالْاَرْضِ "آگاہ ہو کہ غصہ ایک چنگاری ہے آدمی کے دل میں کیا نہیں دیکھتے تم اسکی آنکھوں کی سرخی اور رگہائے گردن کے پھولنے کو جو شخص اسمیں کچھ معلوم کرے تو چاہیئے کہ اپنا رخسارہ زمین کے ساتھ ملا دے" (ترمذی نے نقل کی ہے) اس حدیث میں اشارہ سجدہ کیطرف ہے یعنے بدن کا جو اعلیٰ اور اشرف عضو ہے اسکو سب سے ذلیل چیز یعنے خاک پر رکھنا چاہیئے تاکہ نفس اپنی ذلت و خاکساری کو سمجھکر عزت و تکبر سے جو باعث غضب ہیں باز آوے اور حضرت عمر رضہ ایک روز غصہ ہوئے تو پانی منگا کر ناک میں دینا شروع کیا اور فرمایا کہ غضب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور اس عمل سے جاتا رہتا ہے

اور عروہ بن محمد فرمانے کہ جب میں حاکم یمن ہوا تو میرے باپ نے مجھسے پوچھا کہ تو
والی ہوا ہے مینے کہا کہ ہاں اُنھوں نے فرمایا کہ جب تجھے غصہ آوے تو آسمان اور زمین کو
دیکھکر اُنکے خالق کی عظمت بجالانا یعنے سجدہ کرنا اور حضرت ابو ذر رضنے ایک شخص کو
جس سے کچھ خصومت تھی کہا کہ اے لال عورت کے جنے۔ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو پہونچی آپ نے اُن سے پوچھا کہ مینے سُنا ہے کہ تو نے اپنے بھائی مسلمان کو ماں کی
گالی دی اُنھوں نے عرض کیا کہ البتہ اور یہ کہکر وہاں سے چلے کہ اُس شخص کو راضی
کریں کہ اتنے میں اُسی شخص نے سبقت کر کے اُنسے سلام علیک کی اُنھوں نے یہ
ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابو ذر
اپنا سر اُٹھا کے دیکھ پھر یہ جان لے کہ زمین کے پردے پر تجکو فضیلت نہ کسی لال پر ہے
نہ کسی کالے پر جبتک کہ عمل اچھے نہ ہوں پھر ارشاد فرمایا کہ غصہ کے وقت اگر تو کھڑا ہو
تو بیٹھ جایا کر اور بیٹھا ہو تو تکیہ لگا لیا کر اور تکیہ لگائے ہو تو لیٹ رہا کر (ابن ابی الدنیا نے
نقل کیا ہے اور صحیحین میں بھی یہ قصہ مختصراً منقول ہے) اور معتمر بن سلیمان رح سے روایت ہے کہ
ایک شخص پہلے لوگوں میں مغلوب الغضب تھا اُس نے تین پرچہ لکھکر تین شخصوں کو
دے دیئے ایک سے کہا کہ جب مجھے غصہ آوے یہ پرچہ وتے دینا دوسرے سے کہا کہ
جب میرا غصہ کم ہو تب اپنا پرچہ دے دینا تیسرے سے کہا کہ جب بالکل غصہ جاتا رہے
تب یہ پرچہ دینا ایک روز اُسکو کسی پر شدت سے غصہ آیا تو پہلا پرچہ اُسکو دیا گیا اسمیں
لکھا تھا کہ تو اس شخص کے کیوں پیچھے پڑا ہے تو اسکا خدا نہیں بلکہ بشر ہے کوئی دن ایسا
ہوگا کہ تیرے ٹکڑے خود تجھی کو کھا لیں گے اسکے پڑھنے سے اسکا غصہ کچھ کم ہو گیا تو دوسرا
پرچہ دیدیا گیا اسمیں یہ لکھا تھا ؎ تو بخشائش کن بر اہلِ زمیں ٭ کہ رحمت کند رب عرش بریں

پھر تیسرا پرچہ اسکو دیا تو اسمیں یہ تھا کہ لوگوں کو حق کے ساتھ مواخذہ کرنا چاہیئے انکی صلاح کار اسی میں ہے یعنے حدود شرعی سزائے جرم کے لئے خود مقرر ہیں انہی کے بموجب مواخذہ اور سزا کافی ہے۔ اور خلیفہ مہدی ایک شخص پر غصہ ہوا تو شبیب نے کہا کہ خدا کے واسطے اتنا غصہ نہ کرنا چاہیئے جتنا اس شخص نے اپنے نفس کے واسطے کیا ہے۔ خلیفہ نے فرمایا کہ اسکو جانے دو۔

چھٹا بیان فضائل غصہ پینے کے

اللہ تعالیٰ نے مدح کے طور پر ارشاد فرمایا ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (اور دبالینے ہیں غصہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ کَفَّ غَضَبَهٗ کَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی رَبِّهٖ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ وَمَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ "جس نے روکا اپنے غصہ کو روکیگا اللہ اس سے اپنا عذاب اور جو شخص عذر کرے اپنے رب کے سامنے قبول کرتا ہے اللہ اسکے عذر کو اور جو شخص روکے اپنی زبان کو چھپاوے اللہ اسکے عیب کو" (طبرانی در اوسط و بیہقی در شعب بروایت انس بسند ضعیف) اور فرمایا اَشَدُّکُمْ مَنْ غَلَبَ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ وَاَحْلَمُکُمْ مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَةِ "تم میں سخت وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر غالب آوے اور تم میں زیادہ بردبار وہ ہے جو قدرت کے وقت معاف کرے"۔ (ابن ابی الدنیا بروایت علی مرتضیٰ بسند ضعیف) اور فرمایا مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَلَوْ شَاءَ اَنْ یُّمْضِیَهٗ اَمْضَاهُ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رِضًا اور ایک روایت میں ہے کہ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا "جو شخص دباوے غصہ کو ایسے وقت میں کہ اگر چاہتا تو اسکو جاری کرتا بھر یگا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکا دل رضا سے"

(پہلی روایت کو ابن ابی الدنیا نے بروایت ابن عمر و دوسری کو بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہے اور دونوں سندوں کا ایک راوی ضعیف ہے)

اور حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَا جَرَعَ عَبْدٌ جُرْعَۃً اَعْظَمَ اَجْرًا مِنْ جُرْعَۃِ غَیْظٍ کَظَمَھَا اِبْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی نہیں گھونٹ پیا کسی بندہ نے کوئی گھونٹ جسمیں زیادہ ثواب ہو بہ نسبت گھونٹ غصہ کے جسکو رضائے الٰہی کے لئے پیا ہو (اسکو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے) اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اِنَّ لِجَھَنَّمَ بَابًا لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا مَنْ شَفٰی غَیْظَہٗ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی دوزخ میں ایک دروازہ ہے کہ نہیں داخل ہوگا اسمیں مگر وہ شخص کہ نکالے اپنا غصہ خدا کی نافرمانی میں (احیاء العلوم کے باب آفات اللسان میں ہے) - اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک سے گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہیں جتنا غصہ کا پینا ہے جو کوئی غصہ پیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکا دل ایمان سے بھر دیتا ہے - (ابن ابی الدنیا بروایت ابن عباسؓ اور یہ حدیث متفق ہے اور سند میں ضعیف ہے) اور فرمایا کہ جو کوئی باوجود قدرت انتقام غصہ پیتا ہے خدا تعالےٰ اسکو سب خلقت کے سامنے بلا کر اختیار دیگا کہ جو حور تیرے پسند آوے لے لے - (احیاء العلوم کے باب آفات اللسان میں ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے وہ خدا کی معصیت میں اپنا غصہ جاری نہیں کرتا بلکہ اپنا خاطر خواہ کام بھی نہیں کرتا اور اگر قیامت نہ ہوتی تو جو کچھ حال اب دیکھ رہے ہو اُسکے خلاف ہوتا - اور لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنی آبرو سوال سے مت کھونا اور غصہ کا انتقام اپنی فضیحت کے سبب نہ لینا اور اپنی لیاقت کو جانے رکھنا کہ زندگی میں مفید ہوگا - اور ایوبؒ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کا حلم کرنا بہت سے شر کو دور کرتا ہے - اور ایک بار حضرت سفیان ثوریؒ اور ابو خزیمہ یربوعی اور فضیل بن عیاض رہ جمع ہوئے اور زہد کا ذکر آپسمیں ہوا تو سبنے اس بات پر اتفاق کیا کہ افضل اعمال غصہ کے وقت حلم کرنا اور

طمع کے وقت صبر کرنا ہے۔ اور ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ آپ انصاف سے حکم نہیں کرتے اور بہت نہیں دیتے آپکو یہانتک غصہ آیا کہ چہرہ پر اسکا اثر معلوم ہوا تب ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپکا کدھر خیال ہے یہ شخص جاہل ہے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ "خوگر ہو معاف کرنیکا اور کہہ نیک کام اور کنارہ کر جاہلوں سے"۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور گویا ایک آگ کو بجھا دیا۔ اور محمد بن کعب کہتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں جمع ہوں تو ایمان کامل ہو جاوے۔ ایک یہ کہ جب خوش ہو تو حالت خوشی میں امور باطل میں نہ داخل ہو۔ دوسرے یہ کہ جب غصہ ہو تو غضب اُسکو حق سے تجاوز نہ کرنے دے۔ تیسرے یہ کہ جب قابو پاوے تو جو چیز اپنی نہ ہو وہ نہ لیوے۔ اور ایک شخص سلیمان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے بندۂ خدا مجکو کچھ وصیت کر۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر اُس نے کہا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ اتنا ہی کیا کر کہ غصہ کے وقت اپنی زبان اور ہاتھ روک لیا کر۔

ساتواں بیان حلم کی فضیلت

جاننا چاہیئے کہ حلم اُسکو کہتے ہیں کہ غصہ جوش پر نہ آوے اور اگر آوے بھی تو اُسکی فرو کرنے میں کچھ تعب اور مشقت نہ ہو اور یہ غصہ کے پینے سے بہتر ہے اسواسطے کہ غصہ کا پینا بزور و تکلف حلیم بننا ہے کہ جس وقت غصہ کی شدت ہو بڑے مجاہدے اور کوشش سے اُسکو بچاوے تو غصہ کا پینا ایک تکلف اور بناوٹ ہے اور حلم طبعی عادت جبلی ہے جس سے کمال عقل ثابت ہوتا ہے اور قوت غضبی فرمانبردار اور مغلوب رہتی ہے مگر ابتدا میں بزور و تکلف غصہ پینے اور حلیم بننے سے یہ

عادت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَالْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ وَمَنْ يَّتَحَرَّ الْخَيْرَ يُعْطَهُ وَمَنْ يَّتَوَقَّ الشَّرَّ يُوْقَهُ۔ "علم سیکھنے سے آتا ہے اور حلم بزور حلیم بننے سے اور جو شخص قصد خیر کرے اسکو دیجاویگی اور جو شر سے بچے اُس سے محفوظ رہیگا" (طبرانی و دار قطنی در علل بروایت ابو درداء بسند ضعیف) اس سے معلوم ہوا کہ حصول حلم کا ذریعہ اول اول تحلم یعنے بتکلف حلیم بننا ہے۔ جیسے تحصیل علم کا وسیلہ تعلیم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَاطْلُبُوا مَعَ الْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْحِلْمَ وَلِيْنُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَلِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ جَبَابِرَةِ الْعُلَمَاءِ فَيَغْلِبَ جَهْلُكُمْ عِلْمَكُمْ "طلب کرو علم کو اور علم کے ساتھ حلم و وقار کو تلاش کرو اور نرمی کرو جسکو کچھ سکھاؤ اور جس سے خود سیکھو اور جابر علما میں سے مت ہو کہ تمہارا جہل علم سے بڑھکر ہو" (ابن سنی بسند ضعیف) اسمیں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ باعث ہیجان غضب تکبر اور تجبر ہیں اور یہی مانع نرمی اور حلم کے ہوتے ہیں اور آپ دعا میں یوں فرماتے اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ بِالْعِلْمِ وَزَيِّنِّيْ بِالْحِلْمِ وَاَكْرِمْنِيْ بِالتَّقْوٰى وَجَمِّلْنِيْ بِالْعَافِيَةِ "الٰہی مجکو تونگر کر علم سے اور زینت دے حلم سے اور بڑا کر تقوی سے اور جمال دے تندرستی سے" (ابن ابی الدنیا بروایت سفیان بن جنید مفصلاً) اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک علو مقام کے طالب ہو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا باتیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَحْلُمُ عَمَّنْ جَهِلَ عَلَيْكَ "مل تو اُس سے جو جدا ہو اور دے تو اُسکو جو تجکو محروم رکھے اور حلم کر تو اسپر جو تجپر جہل کرے" (حکیم ترمذی در نوادر بروایت ملیح بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ) اور فرمایا

کہ پانچ باتیں سنت مرسلین سے ہیں حیا اور حلم اور پچھنے لگوانے اور مسواک کرنی
اور عطر ملنا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی
کو حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہے جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہے اور وہی جبار
عنید بھی لکھا جاتا ہے باوجودیکہ اپنے گھر والوں کے سوا اور کسی کا مالک نہیں ہوتا
یعنی اگر حلم نہ اختیار کرے (طبرانی در اوسط بسند ضعیف) اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے
کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے
رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں تو ان سے ملتا ہوں وہ مجھسے کنارہ کرتے ہیں میں اُن سے
نیکی کرتا ہوں وہ مجھسے بدی کرتے ہیں میں حلم کرتا ہوں وہ جہالت کرتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ اگر یہی حال ہے تو تم انکے پیٹوں میں آگ بھرتے ہو یعنی تمہاری داد و دہش
انکے حق میں اچھی نہیں ہوگی اور جبتک تم ایسا کرتے رہوگے خدا کی طرف سے تمکو
مدد پہنچتی رہیگی (مسلم نے نقل کی ہے) اور ایک شخص نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی
میرے پاس کچھ دینے کو تو ہے نہیں جو صدقہ اور خیرات کروں میں یہی کہتا ہوں
کہ جو مسلمان میری ہتک کرے میں نے اُسکو معاف کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
وحی نازل ہوئی کہ ہمنے اُس بندہ کو بخشدیا (ابونعیم در صحابہ و بیہقی در شعب بروایت عبد المجید بن
عبس بن جبر عن ابیہ عن جدہ اور بیہقی نے کہا ہے یہ شخص دعا کرنیوالا علبہ بن زید تھا) اور ابو ضمضم کی روایت
جو حدیث میں ہے وہ پہلے مذکور ہوئی وہ بھی یہاں چسپاں ہے اور قرآن مجید میں جو
لفظ ربانیین واقع ہے اسکی تفسیر میں بعض کہتے ہیں کہ اس سے عالم اور حلیم مراد ہیں
اور حضرت حسن رح اس آیت کی تفسیر میں وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۔
"اور جب بات کرنے لگیں اُن سے بے سمجھ لوگ کہیں صاحب سلامت" فرماتے ہیں کہ

اُس سے حلیم مراد ہیں اور اگر اُن سے کوئی بجہالت پیش آوے تو وہ جہالت نہیں
کرتے۔ اور عطاء بن ابی رباح یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا "چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں"
سے بھی حلیم مراد لیتے ہیں اور ابن حبیب وَکَهْلًا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ "اور پوری عمر کا
نیک بختوں سے" کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کہل انتہا حلم سے مراد ہے اور مجاہدؒ
وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا "اور جب ہو نکلیں کھیل کی باتوں پر نکل جاویں بزرگی
رکھکر" کے معنے کہتے ہیں کہ جب ایذا دئے جاویں معاف کر دیں۔ اور ایکبار حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لغو امر سے کنارہ ہو کر گذرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ صبح کو تو ابن مسعود تھا اور شام کو کریم ہو گیا پھر راوی حدیث ابراہیم بن میسرہ
(ابن مبارک در برو صلہ بسند منقطع)
نے یہ آیت پڑھی وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ
لَا یُدْرِكُنِیْ وَلَا اُدْرِكُهٗ زَمَانٌ لَا یَتَّبِعُوْنَ فِیْهِ الْعَلِیْمَ وَلَا یَسْتَحْیُوْنَ فِیْهِ مِنَ الْحَلِیْمِ قُلُوْبُهُمْ
قُلُوْبُ الْعَجَمِ وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ "نہ ملے مجکو اور نہ میں اُسی زمانہ میں ہوں
کہ جسمیں نہ پیروی کریں عالم کی اور نہ حیا کریں حلیم سے انکے دل عجم والوں کے اور زبان
عرب کی سی زبان ہو" (احمد بروایت سہل بن سعد بسند ضعیف) اور فرمایا لِیَلِیَنِّیْ مِنْكُمْ ذُوُوا الْاَحْلَامِ
وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُكُمْ وَاِیَّاكُمْ
وَهَیْشَاتِ الْاَسْوَاقِ "چاہیئے کہ تم میں سے میرے پاس بلوغ و عقل والے رہیں پھر
جو انکے قریب ہیں پھر اُنکے قریب اور اختلاف مت کرو ورنہ تمہارے دل مختلف
ہو جائینگے اور اپنے آپ کو بازاروں کے جھگڑوں سے بچاؤ" (مسلم بروایت ابو مسعود ابوداؤد ترمذی)
اور روایت ہے کہ اشجؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
پس اپنا اونٹ بٹھلاکر اسکو باندھ دیا اور بدن کے کپڑے اُتار کر جامدانی میں سے ایک

جوڑا اچھا نکالکر آپ کے سامنے پہنا اور پھر آپ کی طرف کو چلے جب پاس آئے
تو آپ نے فرمایا کہ تم میں دو باتیں ایسی ہیں کہ اللہ اور اُسکے رسول کو اچھی معلوم
ہوتی ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ وہ کونسی ہیں آپ نے فرمایا کہ حلم اور درنگ اُنھوں نے
عرض کیا کہ یہ دونوں خلق ہیں کہ مینے اختیار کئے ہیں یا پیدائشی ہیں آپنے فرمایا کہ
خدا تعالیٰ نے ہی تجکو ایسا پیدا کیا ہے جبلّی ہی باتیں ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ
شکر ہے اُس خالق کو جس نے مجکو ایسی دو باتیں پیدائش ہی سے عنایت کیں۔
جنکو وہ اور اُسکا رسول پسند کرتا ہے (بخاری و مسلم) اور ایک حدیث میں ہے إِنَّ اللّٰہَ
یُحِبُّ الْحَلِیْمَ الْحَیِیَّ الْغَنِیَّ الْمُتَعَفِّفَ التَّقِیَّ وَیُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ
"اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے بُردبار حیادار تونگر پارسا متقی کو اور دشمن جانتا ہے
بیہودہ گو زبان دراز سائل لیچڑ کو" (طبرانی بروایت فاطمہ بسند ضعیف اور اسمیں لفظ الغنی نہیں ہے)
اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی
(طبرانی بروایت ام سلمہ بسند ضعیف ۱۲)
میں ان تینوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو اسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تَقْوًی یَحْجُزُہٗ
عَنْ مَعَاصِی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَحِلْمٌ یَکُفُّ بِهِ السَّفِیْهَ وَخُلُقٌ یَعِیْشُ بِهٖ فِی النَّاسِ
"تقویٰ کہ اسکو خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور حلم جس سے کہ بیوقوف کو
روکے اور خلق جس سے کہ لوگوں میں بسر کرے" (بیہقی در شعب بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ اور
اسکی سند ضعیف ہے) اور فرمایا کہ جب روز قیامت میں خدا تعالیٰ خلق کو جمع کریگا
تو ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اہل فضل کہاں ہیں تو تھوڑے سے لوگ اُٹھینگے
اور جنت کی طرف کو دوڑینگے فرشتے جو انکو دیکھینگے تو کہیں گے کہ تم دوڑکر چلتے ہو
وہ کہینگے کہ ہاں ہم اہل فضل ہیں وہ پوچھیں گے کہ تم میں کیا فضل تھا جواب دینگے

کہ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم پر اگر ظلم ہوتا تو ہم صبر کرتے اور اگر کوئی ہم سے سلوک بد کرتا تو بخشدیتے اور اگر جہالت کرتا تو حلم کرتے فرشتے کہینگے تو آپ جنت میں تشریف لیجائیے فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ "پس جنت مزدوری ہے نیک کام کرنیوالوں کی" ۔ آثار۔ حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ علم کو سیکھو اور اسکے لئے وقار اور حلم کو سیکھو اور حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ خیر و برکت اسکا نام نہیں کہ آدمی کی دولت بڑھ جاوے اور اولاد کی کثرت ہو برکت اسکا نام ہے کہ علم اور حلم بہت سا ہو اور اگر فخر کرے خدا کی عبادت سے بندوں میں فخر کرے اور جب نیک کام کرے تو خدا کا شکر کرے اور جو بد کام کرے تو توبہ و استغفار کرے ۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ علم کی تحصیل کرو اور اسکو وقار اور حلم سے زینت دو۔ اور اکثم بن صیفی فرماتے ہیں کہ عقل کا رکن حلم ہے اور سب بات میں اصل صبر ہے اور حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ لوگوں کو پہلے ایسا دیکھا تھا کہ ہمہ تن پتے تھے کانٹا نام کو نہ تھا اور اب ہمہ تن خار ہیں پتے کا پتہ نہیں اگر انکو کچھ کہئے مقابلہ کو تیار ہوتے ہیں اور اگر ان سے درگذر کیجئے وہ ہرگز درگذر نہیں کرتے لوگوں نے پوچھا کہ پھر ایسے لوگوں کے ساتھ ہم کس طرح معاملہ کریں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمکو برا کہے اسکا جواب نہ دو یہ بات قیامت کے روز جب تم مفلس ہوگے تمہارے کام آئیگی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حلیم کو حلم کے سبب اول عوض تو یہی ملتا ہے کہ سب آدمی اسکے طرفدار ہو کر اسکے بدخواہ کے درپے ہوتے ہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی اجتہاد اور تجویز کے درجہ کو نہیں پہونچتا جبتک کہ حلم جہل پر غالب نہ ہو اور صبر شہوت پر اور یہ بات بزور علم حاصل ہوتی ہے اور نیز انھوں نے عمرو بن اہتمؓ سے

پوچھا کہ مردوں میں سے بہادر کون ہے انھوں نے فرمایا کہ جو اپنے علم کے سبب سے جہل کو ہٹا دے پھر پوچھا کہ زیادہ سخی کون ہے انھوں نے فرمایا کہ جو دنیا کو دین کی بہتری کے لیے خرچ کر ڈالے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ اس آیت کی تفسیر میں فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ "پھر جو تو دیکھے تو جسمیں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوستدار ہے ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے اُنہی کو جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اُسکو جسکی بڑی قسمت ہے" ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے وہ شخص مراد ہے کہ جب اُسکو اسکا کوئی بھائی گالی دے تو وہ یوں کہے کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجکو بخشے اور اگر سچا ہے تو مجکو بخشے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بصرہ کے لوگوں سے جنے گالی دی انھوں نے حلم کیا تو مجکو گویا مدت تک بندہ زرخرید کر لیا۔ اور حضرت معاویہ نے عرابہ بن اوس انصاری سے پوچھا کہ تم اپنی قوم میں سردار کیسے ہوئے انھوں نے کہا کہ میں اُنکے جاہلوں سے حلم کرتا ہوں سائلوں کو دیتا ہوں حاجات میں سعی کرتا ہوں پس جو کوئی میرے برابر کام کریگا وہ مجھ جیسا ہوگا اور اگر مجھ سے کچھ زائد کریگا تو اُسکو مجھپر فضیلت ہوگی اور اگر کم کریگا تو میں اُس سے بہتر ہوں۔ اور حضرت ابن عباسؓ کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہؓ کو فرمایا کہ دیکھو تو اگر اسکی کچھ حاجت ہو تو دے دو اُس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے سر نیچا کر لیا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کو کسی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو آپ نے فرمایا کہ تیری گواہی مقبول نہیں۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ انکو کسی نے گالی دی آپ نے اپنی چادر اُسکی طرف پھینک دی اور سو درم دلوائے بعضوں نے فرمایا ہی کہ

آپ نے اس تھوڑی سی دنیا کی چیز سے پانچ عمدہ باتیں حاصل کیں۔ اول حلم دوسرے دفع کرنا ایذا کا تیسرے اُس شخص کو ایسی بات سے رہائی دینی جو اللہ سے دور کرے چوتھے اُس شخص کا پشیمان ہونا اور اپنے کئے سے توبہ کرنی پانچویں اسکا تعریف کرنا بعد برائی کے۔ اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ میں اور کچھ لوگوں میں جھگڑا ہے میں چاہتا ہوں کہ اُسکو دفع کروں مگر لوگ کہتے ہیں کہ جھگڑا چھوڑنے میں ذلت ہے آپ نے فرمایا کہ ذلیل ظالم ہوا کرتا ہے تجکو کچھ ذلت نہیں۔ اور خلیل بن احمد کا قول ہے کہ یوں مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص بدی کرے اور اُسکے عوض میں اُسکے ساتھ سلوک کیا جائے تو اسکے دل میں خود بخود ایک ایسا امر پیدا ہوگا کہ پھر وہ ویسی بدی نہ کرے گا۔ اور احنف بن قیس کہا کرتے کہ میں حلیم تو نہیں مگر بزور حلم کرتا ہوں۔ اور وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رحم کرتا ہے اُسپر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو جہالت کرتا ہے وہ غالب ہوتا ہے اور جو جلدی کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے اور جو شر کی حرص کرتا ہے وہ اس سے محفوظ نہیں رہتا اور جو باتوں میں دخل دیا کرتا ہے اسکو گالیاں ملتی ہیں اور جو بُری بات کو بُرا نہیں جانتا وہ گنہگار ہوتا ہے اور اگر بُرا سمجھتا ہے تو اس سے بچا رہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب چلتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے اور جو اُس سے خوف کرتا ہے مامون رہتا ہے اور جو اسکو دوست رکھتا ہے وہ ہر دلعزیز ہوتا ہے اور جو اللہ سے نہیں سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہے اور جو اُسکے عذاب سے نہیں ڈرتا ذلت اُٹھاتا ہے اور جو اس سے مدد چاہتا ہے فتح پاتا ہے۔ اور ایک شخص نے مالک بن دینار رح سے کہا کہ مینے سُنا ہے کہ آپ نے مجکو کچھ بُرا کہا ہے آپ نے فرمایا کہ تب تو تم میرے نزدیک میری جان سے افضل ٹھہرے

یعنے نیکیاں کیں میرے نفس نے اور انکو تمہارے لئے مینے ہدیہ کر دیا۔ اور بعض علما کا
قول ہے کہ حلم بہ نسبت عقل کے زیادہ رتبہ رکھتا ہے اسواسطے کہ خدا کا نام حلیم بولتے
ہیں عقیل نہیں کہتے۔ اور ایک شخص نے کسی حکیم کو کہا کہ تمکو ایسی گالی دونگا کہ قبر میں
بھی ساتھ جاوے اُنھوں نے جواب دیا کہ البتہ تیری قبر میں ساتھ جاویگی۔ اور حضرت
عیسے علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو اُنھوں نے آپ کو بُرا کہا آپ نے انکو کلمۂ خیر
فرمایا لوگوں نے عرض کیا حضرت وہ تو آپ کو بُرا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم میں سے
ہر ایک وہی دیتا ہے جو اسکے پاس ہے۔ ع "مے نزاود چہ کنم آنچہ در آوند من است"
اور لقمان حکیم رہ فرماتے ہیں کہ تین شخص تین باتوں میں پہچانے جاتے ہیں حکیم تو غصہ کے
وقت اور بہادر لڑائی کے وقت اور دوست حاجت کے وقت۔ اور ایک حکیم کے یہاں اُسکا
ایک دوست آیا اُس نے ماحضر پیش کیا حکیم کی بی بی بدمزاج تھی دسترخوان تو اُٹھا لیا
اور شوہر کو گالیاں دینی شروع کیں وہ مہمان غصہ ہو کر اُٹھ گیا حکیم اسکے پیچھے گیا اور
کہا کہ تمکو یاد ہے کہ ایکبار ہم تمہارے گھر کھانا کھاتے تھے اتنے میں ایک مرغی آئی اور
اس نے دسترخوان پر کی چیز کو خراب کر دیا ہم میں سے کوئی غصہ ہوا تھا اس نے کہا کہ
کوئی نہیں حکیم نے کہا کہ تو اب بھی ایسا ہی تصور کرو وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی
اور کہنے لگا کہ حکما کا قول درست ہے کہ حلم ہر درد و چوٹ کی دوا ہے۔ اور ایک شخص نے
ایک حکیم کے پانوں میں ضرب ایسی ماری کہ اُسکو دُکھ معلوم ہوا مگر غصہ نہ ہوا لوگوں نے
اسکا سبب پوچھا اُس نے کہا کہ مینے یہ سمجھ لیا کہ میرا پاؤں کسی پتھر پر سے پھسل گیا اور
چوٹ لگ گئی اسوجہ سے غصہ نہیں کیا۔ اور محمود وراق نے ایک قطعہ عربی میں کہا ہے
جسکا ترجمہ یہ ہے **قطعہ**۔ کوئی بُرا کہے مجکو تو میں معاف کروں ہاجو گالیاں ہی دے بالفرض مجکو دِہا

بدیں سبب کہ ہیں عالم میں تین قسم کے لوگ ؛ یکم شریف دوم ارذل وسوم اقران ؛
شریف و برتر اگر کچھ کہے تو ہے برجا ؛ سکوت اسلئے ٹھہرا مناسب وشایاں
جواب ارذل و کمتر کا ہے نہ دینا خوب ؛ اسی سے کہتے ہیں وابستہ حفظ حرمت وجاں
رہا جو ہمسر اگر کچھ کہے وہ بھولے سے ؛ تو میرے فضل کو بس ہے اگر کروں احسان

آٹھواں بیان اُس مقدار کلام کا جو انتقام و تشفی کیلئے جائز ہے

یہ تو ناجائز محض ہے کہ ظلم کے بدلے میں ظلم کیا جاوے یا بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جاوے "بدی را بدی سہل باشد جزا ؛ اگر مردی احسن الی من اسا" مثلاً غیبت کے عوض غیبت کرنا اور گالی کے عوض گالی دینا اور جاسوسی کے عوض جاسوسی کرنا۔ اور علی ہذا القیاس سب معصیتوں میں ویسا ہی تدارک ناجائز ہے ہاں بقدر قصاص جسکی مقدار شرع میں وارد ہے اور ہمنے فقہ میں اسکی تفصیل لکھی ہے اسی قدر جائز ہے اور گالی کے بدلے میں گالی تو کسی طرح نہیں چاہیئے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اِنِ امْرُءٌ عَیَّرَکَ بِمَا فِیکَ فَلَا تُعَیِّرْہُ بِمَا فِیہِ " اگر کوئی تجکو ننگ دلاوے تیرے عیب سے تو تو اسکو ننگ مت لگا اسکے عیب کا (احمد بروایت جابر بن سلیم) اور فرمایا اَلْمُسْتَبَّانِ شَیطَانَانِ یَتَہَاتَرَانِ " دو آپسمیں گالی دینے والے شیطان ہیں کہ ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں۔ اور ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو آپکے سامنے برا بھلا کہا آپ چپکے سنا کئے جب حضرت ابوبکرؓ نے انتقام کے لئے کچھ بولنا شروع کیا تب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے انھوں نے عرض کیا جب وہ شخص مجکو برا کہتا تھا آپ چپ تھے اب جو مینے بدلہ چاہا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب تک تم چپ تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے فرشتہ چلا گیا شیطان آیا تو مجھے ایسی مجلس میں بیٹھنا

منظور نہیں جہاں شیطان ہو (ابوداؤد بروایت ابو ہریرہؓ مفصلاً و مرسلاً اور بقول بخاری مرسلاً زیادہ صحیح ہے)
اور بعض لوگ فرماتے ہیں کہ مقابلہ میں ایسے لفظ کہنے جسمیں جھوٹ نہ ہو درست ہیں
اور حدیث میں جو ممانعت ہے وہ احتیاطاً ہے یعنی ترک ایسے الفاظ کا بھی اولے
اور افضل ہے لیکن اگر کہیگا تو گنہگار نہ ہوگا اور وہ اس قسم کے کلمات ہیں کہ تم کون ہو
اور تم فلانے ہی کی اولاد نہیں ہو جیسا کہ سعدؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو کہا تھا کہ تم
بنی ہذیل ہی میں سے نہیں ہو اُنہوں نے جواب میں کہا کہ تم بنی امیہ میں سے نہیں ہو
یا یہ کہ کسیکو احمق کہیں اسلئے کہ بموجب قول مطرفؒ کے سب لوگ خدا کے معاملات
میں بیوقوف ہیں مگر بعضے کم حماقت رکھتے ہیں اور بعضے زیادہ۔ اور حدیث شریف
میں حضرت ابن عمرؓ سے ایسا ہی مروی ہے حَتّٰی تَرٰی النَّاسَ کَاَنَّھُمْ حَمْقٰی فِیْ ذَاتِ
اللّٰہِ تَعَالٰی" یہانتک کہ دیکھے تو تمام لوگوں کو خدا تعالیٰ کی ذات میں احمق" (احیاء العلوم کے باب العلم میں)
اسی طرح کسیکو جاہل کہدینا ہے کیونکہ کسی قسم کی جہالت ہر ایک شخص میں ہوتی ہے
غرض اس قسم کے کلمات ایسے ہیں کہ اُن سے دوسرے کو ایذا پہونچتی ہے مگر واقع میں
جھوٹ نہیں ہوتے۔ علیٰ ہذا القیاس بدخلق اور بیحیا اور عیب جو وغیرہ کہدینا بشرطیکہ
یہ باتیں اُسمیں ہوں یا یہ کہنا کہ اگر تم میں شرم ہوتی تو ایسا نہ کہتے اور تم اپنی حرکت سے
میری آنکھوں میں نہایت حقیر ہوگئے اور خدا تمسے عوض لے یا تمکو سمجھے وغیرہ لیکن
چغلی اور غیبت اور ماں باپ کی گالی باتفاق حرام ہیں چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت
سعدؓ کے درمیان کچھ بات ہوگئی تھی۔ ایک شخص نے حضرت سعدؓ کے سامنے حضرت خالدؓ
کو کچھ کہنا چاہا آپ نے فرمایا کہ سنو صاحب ہماری انکی جو بات ہے اسکی نوبت ابھی دین تک
نہیں پہونچی یعنے ایک دوسرے سے وہ بات نہیں ہوئی جس سے گنہگار ٹھہریں غرضکہ انہوں نے

برائی کا سننا نہ ماننا کہنے کا تو کیا ذکر ہے اور اس بات کی دلیل کہ جو بات جھوٹ اور حرام
نہ ہو وہ انتقام میں کہنی جائز ہے۔ یہ روایت حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں کہ سب ازواج مطہرات رضہ نے حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں بھیجا آپ تشریف لائیں اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج نے مجھکو آپکے پاس
بھیجا ہے اس غرض سے کہ عائشہ رضہ کو بھی انکے برابر ہی سمجھئے زیادہ نہ سمجھئے آپ لیٹے ہوئے
تھے فرمایا کہ اے فاطمہ جسکو میں چاہتا ہوں اسکو تو بھی چاہیگی انھوں نے عرض کیا کہ البتہ
آپنے فرمایا کہ تو عائشہ رضہ سے محبت کر حضرت فاطمہ رضہ نے ازواج سے جا کر ماجرا بیان کیا
انھوں نے کہا کہ تمنے تو کچھ بھی نہ کیا ویسے ہی پھر آئیں پھر زینب بنت جحش کو بھیجا
حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ انکو محبت میں دعویٰ میری برابری کا تھا انہوں نے آکر
کہنا شروع کیا ابوبکر کی بیٹی ایسی ابوبکر کی بیٹی ایسی اور یہی کہتی رہیں اور میں چپکی
سنا کی مگر اس بات کی منتظر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو اجازت جواب دیں
آپ نے جو اجازت دی تو مینے اتنا کچھ کہا کہ میری زبان سوکھ گئی تب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت زینب رضہ کو فرمایا کہ ابوبکر رضہ کی بیٹی کو دیکھا ایسی ہے یعنی تمکو تاب مقاومت
نہیں اور یہ گفتگو جو حضرت عائشہ رضہ نے حضرت زینب رضہ سے کی تھی اسمیں فحش نہ تھا
صرف جواب انکے کلام کا ٹھیک ٹھیک تھا (مسلم نے نقل کی ہے)۔ اور ایک حدیث میں فرمایا ہے اَلْمُسْتَبَّانِ
مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مِنْهُمَا حَتّٰی یَعْتَدِیَ الْمَظْلُوْمُ "دو آپسمیں گالیاں دینے والے جو کچھ
کہیں وہ انہیں سے شروع کرنے والے پر ہے یہانتک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھ جائے
(مسلم میں ہے) اس سے ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام پہونچتا ہے بشرطیکہ حد سے تجاوز نہ کرے
پس اکابر سلف نے جو اجازت دی وہ اسیقدر ہے کہ جسقدر اسکو اول ایذا ہو اسقدر یہ بھی عوض لے

مگر اس مقدار کا بھی ترک ہی افضل ہے اسلئے کہ اس سے نوبت زیادتی کی پہونچ جاتی ہے
اور مقدار واجب پر کفایت کرنا نہیں بن سکتا کہ مقدار شرعی ایک امر مخفی ہے اسلئے جواب
دینے سے سکوت ہی افضل ہے۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ بعض لوگ شدت غضب
میں اپنے نفس کو روک نہیں سکتے گو جلد بحالت اصلی آجاتے ہیں اور بعض لوگ ایسے
ہوتے ہیں کہ ابتدا میں تو نفس کو روک لیتے ہیں مگر ہمیشہ کو کینہ و بغض دل میں
رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں۔ اول وہ لوگ کہ گھاس کیطرح
جلد جلجاویں اور جلد بجھ جاویں دوم وہ کہ پتھر کے کوئلے کی طرح دیر کو سلگیں اور دیر ہی
میں بجھیں تیسرے وہ کہ تر لکڑی کی طرح دیر میں جلیں مگر جلد بجھ جائیں یہ حالت بہت اچھی ہے
بشرطیکہ نری بے غیرتی نہ ہو چوتھے وہ کہ جلد بھڑک جاویں اور دیر میں ٹھنڈے ہوں
یہ سب میں خراب ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ ایماندار کو جلدی غصہ آتا ہے
اور جلدی راضی ہو جاتا ہے تو اس عادت کا تدارک اُس سے ہو جاتا ہے۔ اور حضرت
امام شافعی رہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور اُسکو غصہ نہ آوے تو وہ
گدہا ہے اور جسکو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہے۔ اور حضرت ابوسعید
خدری رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف اقسام کے
ہیں بعض دیر میں غصہ ہوتے ہیں اور جلد رجوع کرتے ہیں اور بعض کو جلد غصہ آتا ہے
جلدی فنا ہو جاتا ہے ایک بات کا تدارک دوسرے سے ہوتا ہے اور بعض جلد غصہ
کرتے ہیں اور دیر میں غصہ جاتا ہے اور سب میں بہتر وہ ہے کہ دیر سے خفا ہو اور
جلد منجاوے اور سب سے بدتر وہ ہیں کہ جلد غصہ ہوں اور دیر میں راضی ہوں۔ اور
از انجا کہ ہر ایک انسان پر جوش غضب کی تاثیر ضرور ہی ہوتی ہے تو بادشاہوں کو

ضرور ہوا کہ غصہ کی حالت میں کسیکو سزا نہ دیں ورنہ کیا بعید ہے کہ سزا مقدار واجبی سے
زیادہ ہو اور بمقتضائے غضب انتقام حد سے گذر جاوے اسلیئے واجب ہے کہ سزا صرف
قصور خداوندی پر دیا کرے اپنی غرض کے لئے سزا نہ دیوے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے
ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ پکڑکر اسکو سزا دیں اُس نے آپکو کچھ بُرا کہا آپ پھر آئے
لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے بُرا کہنے سے اُسکو کیوں چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ اُسکے
بُرا کہنے سے مجکو غصہ آگیا تھا اگر میں اسکو مارتا تو اپنے نفس کے غصہ کا بھی لگاؤ رہتا
اور مجکو یہ منظور ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کی حمیت وغیرت سے نہ ماروں
اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب ایک شخص نے غصہ کردیا تو آپ نے فرمایا
کہ اگر تو مجکو غصہ نہ دلاتا تو میں سزا دیتا۔

نواں بیان حقد یعنے کینے کے معنے اور ثمرہ عفو و نرمی کی فضیلت کا

واضح ہو کہ جب آدمی غصہ کے وقت بمجبوری انتقام نہیں لے سکتا اور غصہ پینا پڑتا ہے
تو یہ باطن پر گر کر حقد بنجاتا ہے اور حقد کے معنے یہ ہیں کہ کسیکو ثقیل اور گراں
جاننا اور اُس سے بغض و نفرت کرنی ہمیشہ دل کے ساتھ ہو اور یہ امر ممنوع ہے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِحَقُوْدٍ اور حقد غضب کا
نتیجہ ہے اور اس سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اول حسد یعنے کینہ کے باعث
اس بات کی تمنا ہو کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے اور اگر اسکو کچھ نعمت ملے
تو اپنے آپ کو غم کرے اور اگر اسپر مصیبت آوے تو خوش ہو اور حسد فعل منافقین کا
ہے اسکی بُرائی عنقریب لکھی جاویگی دوسرے زیادہ ہونا حسد کا باطن میں کہ ہر ایک بلا
جو غیر پر آوے شماتت کرنے کو تیار رہے تیسرے دوسرے سے علیحدہ ہوتا اور قطع کرنا

گو وہ ملنے کا طالب اور پاس آنے کا مائل ہو مگر خود اُس سے اینٹھے رہنا چوتھے اُسکو
حقیر و ذلیل سمجھنا پانچویں اسکے باب میں کلمات ناجائز زبان پر لانے مثل غیبت اور
جھوٹ اور فاش کرنے راز اور پردہ دری وغیرہ کے چھٹے باتوں میں اس سے ٹھٹھول
اور تمسخر کرنا ساتویں اسکو مار وغیرہ سے ایذا جسمانی پہونچانی آٹھویں اگر اسکا حق اپنے
ذمہ ہو اسکے ادا سے باز رہنا مثلاً قرض کا نہ دینا یا صلہ رحم بجا نہ لانا یا کوئی چیز اُسکی
دبالی ہو اور وہ واپس نہ کرنا وغیرہ۔ یہ آٹھوں چیزیں حرام ہیں اور ادنیٰ درجہ کینہ کا
یہ ہے کہ آدمی آٹھوں باتوں سے احتراز کرے اور خدا کی نافرمانی تک کی نوبت
نہ پہونچے لیکن صرف دل میں دوسرے کو برا جانے یہانتک کہ جیسے پہلے باتیں کیا کرتا
تھا وہ نہ کرے مثلاً دیکھکر خوش ہونا اور نرمی اور عنایت کرنی اور اسکی حاجتوں کے
وقت کام آنا اور اُسکے ساتھ بیٹھکر ذکر الٰہی کرنا اور اُسکے نفع میں مددگار ہونا۔
ان امور میں سے کوئی بجا نہ لاوے یا صرف اُسکے لئے دعا مانگے یا تعریف نہ کرے
یا ترغیب نیکی کی اُسکو نہ کرے تو یہ باتیں ایسی ہیں کہ ان سے آدمی کا درجہ دین
میں گھٹ جاتا ہے اور بڑے فضل اور ثواب کو مانع ہوتے ہیں گو مستحق عذاب ہو
دیکھو حضرت ابوبکر رضہ نے مسطح کے لئے قسم کھائی تھی کہ اسکو کبھی کچھ نہ دونگا یہ شخص
آپکا قریب تھا مگر حضرت عائشہ رضہ کی تہمت میں کچھ اس نے بھی کہا تھا اسلئے حضرت
ابوبکر رضہ نے قسم کھائی تھی مگر جب یہ آیت اُتری وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ
وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا
وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں اور کشایش
والے اس سے کہ دیا دیں ناطے والوں کو اور محتاجوں اور وطن چھوڑنیوالوں کو اللہ کی راہ میں

اور چاہیئے معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمکو معاف کرے"
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم اللہ کی مغفرت کو دوست رکھتے ہیں اور پھر جو کچھ
دیا کرتے تھے وہ بدستور دینے لگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ جیسے
معاملات پہلے کیا کرتا تھا ویسے ہی بدستور جاری رکھے اور اگر نفس پر کوشش کرکے شیطان
کی مخالفت کے باعث سلوک کچھ زیادہ کرے تو یہ مقام و رتبہ صدیقین کا ہے۔ اور
مقربین کے اعمال ہیں سے بڑھ کر یہی ہے کیونکہ قدرت کے وقت کینہ ور کے تین
حال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ جتنا اپنا آتا ہو اسیقدر بے کمی و زیادتی دوسرے سے
لے لے اسکو تو عدل کہتے ہیں دوسرے یہ کہ اپنا حق معاف کردے اور زیادہ صلہ رحم
کرے اسکا نام فضل ہے تیسرے یہ کہ جو حق اپنا نہیں وہ اُس سے ظلماً لے لیوے
اسکو جور و ظلم کہتے ہیں اور یہ پیشہ ارذل اور کمینوں کا ہے اور امر اول صلحا کے درجہ
کی انتہا سمجھنی چاہیئے اور امر دوم حال صدیقین کا ہے۔

دسواں بیان فضیلت عفو اور احسان میں

عفو کے معنے یہ ہیں کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اسکو چھوڑ دیوے مثلاً
قصاص یا قرض وغیرہ جو کسی کے ذمہ ہو اسکو اس سے بری کردے اور اسکی تعریف
و ثنا بہت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ
"خو گر ہو معاف کرنیکا اور کر نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلوں سے" اور فرمایا وَأَنْ
تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ "اور یہ کہ درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے" اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ میں بقسم کہہ سکتا ہوں
اول یہ کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا صدقہ دینا چاہیئے۔ زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلۂ رز را

جو باغباں ببر و بیشتر و ہد انگور + دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا حق صرف خدا کے واسطے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسکے باعث قیامت کو اسکی عزت بڑھا دے تیسرے یہ کہ جو آدمی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اُسپر محتاج ہونیکا دروازہ کشادہ کرتا ہے (ترمذی بروایت ابو کبشہ انماری ومسلم وابو داؤد بروایت ابوہریرہؓ) اور ایک حدیث میں ہے کہ اَلتَّوَاضُعُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا رِفْعَةً فَتَوَاضَعُوْا یَرْفَعْکُمُ اللّٰہُ وَالْعَفْوُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا فَاعْفُوْا یُعِزَّکُمُ اللّٰہُ وَالصَّدَقَةُ لَا یَزِیْدُ الْمَالَ اِلَّا کَثْرَةً تَصَدَّقُوْا یَرْحَمْکُمُ اللّٰہُ " تواضع نہیں بڑھاتی ہے بندہ کو مگر برتری پس تواضع کرو خدا تمکو برتر کریگا اور معاف کرنا نہیں بڑھاتا ہے بندہ کی مگر عزت پس معاف کرو خدا تعالےٰ تمکو مدد دیگا صدقہ نہیں زیادہ کرتا مال میں مگر برکت اور کثرت۔ صدقہ کرو رحم کریگا تمپر اللہ " (اصبہانی در ترغیب و ترہیب ابو سعود در فردوس بروایت انسؓ بسند ضعیف) اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حقوق کا انتقام لیتے نہیں دیکھا جبتک کہ خدائے تعالےٰ کے محارم میں سے کوئی نہ ٹوٹتا اور جب ایسا ہوتا تو سب سے زیادہ غصہ آپکو آتا تھا اور جب کبھی دو باتوں کا آپکو اختیار دیا جاتا تو جو ہی دونوں میں سے آسان ہوتی اسکو اختیار کرتے بشرطیکہ اسمیں گناہ نہ ہوتا۔ (ترمذی در شمائل ومسلم) اور حضرت عقبہ رضہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم نہیں کہ میں نے آپکا ہاتھ اول پکڑ لیا یا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ دنیا و آخرت کے لوگوں کے اخلاق میں سے جو افضل ہیں وہ میں تجکو بتاتا ہوں تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ " تو ملے تو اُس سے جو نہ ملے تجھسے اور دیوے تو اُسے جو نہ دیوے تجھے اور معاف کرے تو

اسکو جو تجھپر ظلم کرے" (خرایطی درمکارم اخلاق بروایت ابوہریرہؓ اسکی سندمیں ابن ضیعہ ہے) اور نیز آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری
میں عرض کیا کہ الٰہی بندوں میں سے تیرے نزدیک کونسا زیادہ تر عزیز ہے ارشاد
ہوا کہ جو شخص قدرت کے ہوتے معاف کردے اور حضرت ابو درداء رض سے جب لوگوں
نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عزت کسکی ہے تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ جو قابو پاکر
معاف کردے وہ زیادہ عزت والا ہے تم بھی معاف کیا کرو خدا تمکو عزت دیگا
اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور کسی
حق کا نالشی ہوا آپ نے اُسکو حکم بیٹھنے کا دیا اور منظور یہ تھا کہ اسکا حق دلوا دیا جائے
مگر بسبیل تذکرہ اُس سے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الْمَظْلُوْمِیْنَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
"بیشک قیامت کے دن مظلوموں ہی کو فلاح ہوگی" (ابن ابی الدنیا بروایت ابوصالح حنفی مرسلاً)
اُس شخص نے یہ حدیث سنکر اپنا حق چھوڑ دیا۔ اور حضرت عائشہ رض سے یہ حدیث مروی
ہے مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَهٗ فَقَدِ انْتَصَرَ "جو شخص بددعا کرے اپنے ظلم کرنیوالے پر
تو اس سے بدلہ لے چکا (احمد بن ابراہیم مقری درتبصرہ بالفاظ دیگر اور اسکی سند ضعیف ہے) اور حضرت
انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اِذَا بَعَثَ اللّٰهُ الْخَلَائِقَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ نَادٰی مُنَادٍ
مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ ثَلَاثَةَ اَصْوَاتٍ یَا مَعْشَرَ الْمُوَحِّدِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَفَا عَنْكُمْ فَلْیَعْفُ
بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ "جب خدا تعالیٰ قیامت کے روز خلق کو اُٹھاویگا تو ایک
پکارنیوالا عرش کے نیچے سے تین آوازیں دیگا کہ اے گروہ موحدین اللہ تعالیٰ نے تمکو
معاف کیا تم بھی ایک دوسرے کو معاف کرو (ابن جوزی در وفا اور اسمیں ضعف ہے) اور حضرت
ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے خانہ کعبہ کا

طواف کیا اور دوگانہ گذار کر پھر کعبہ میں تشریف لائے اور چوکھٹ پکڑ کر لوگوں سے پوچھا کہ اب تمہارا میری نسبت کیا قول وگمان ہے انھوں نے عرض کیا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بھائی ہیں اور چچازاد ہیں حلیم ہیں رحیم ہیں تین بار یہی الفاظ کہے آپ نے فرمایا کہ میں وہ قول کہتا ہوں کہ جو یوسف علیہ السلام نے کہا تھا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ "کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تمکو اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان"۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس قول کو سنکر لوگ ایسے نکل پڑے جیسے قبروں میں سے نکلتے ہیں اور مسلمان ہوگئے اور سہیل بن عمرو اسی قصہ کو اسطرح نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کے گرد تھے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کعبہ کی چوکھٹ پر رکھکر یہ دعا پڑھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ "نہیں ہے معبود کوئی سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے کوئی اسکا شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور جماعتوں کو اکیلے بھگا دیا" پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ قریش تمہارا میری النسبت کیا قول وگمان ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اچھا کہتے ہیں اور گمان بھی اچھا ہی ہے یعنے آپ ہمارے بھائی کریم ہیں اور بھتیجے رحیم ہیں اور ہم سب آپکے قابو میں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں وہ بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت میں بندے کھڑے ہونگے ایک پکارنیوالا پکاریگا

کہ جسکی مزدوری اللہ پر ہو وہ چلے اور داخل جنت ہو تو پوچھا جائیگا کہ ایسا کون ہے جسکی مزدوری خدا پر ہو وہ کہیگا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لوگوں کو معاف کر دیا پھر بہت سے آدمی اُٹھیں گے اور بے حساب جنت میں داخل ہونگے (طبرانی اور اسکی سند میں فضل بن یسار ہے) اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَنْبَغِي لِوَالِي أَمْرٍ أَنْ يُؤْتَى بِحَدٍّ إِلَّا أَقَامَهُ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْعَفْوَ ۔ کسی حاکم کو نہیں چاہیے بجز اسکے کہ اگر کوئی حد اُسکے پاس پیش ہو تو اسکو قائم کرے اور اللہ عفو کرنیوالا ہے عفو سے راضی ہے " (احمد و حاکم) اور پھر یہ آیت پڑھی وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا " اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں " اور حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جو کوئی انکو ایمان سے ادا کرے تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے اندر چلا جاوے اور حوروں میں سے جس سے چاہے نکاح کرے اور جہاں چاہے وہاں رہے اول یہ کہ قرض پوشیدہ کو ادا کرے دوسرے سورۂ اخلاص ہر نماز کے بعد دس بار پڑھے تیسرے اپنے قاتل کو خون معاف کر دے حضرت ابو بکر رض نے پوچھا کہ خواہ اُن میں سے ایک کو ہی بجالاوے آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہی کرے ۔ (طبرانی در اوسط بسند ضعیف) **آثار** حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجھپر ظلم کرتا ہے تو میں اسپر رحم کرتا ہوں کہ قیامت کو یہ بیچارہ اُس ظلم کے باعث پکڑا جائیگا اور مواخذہ و بازپرس ہوگی اُس سے کچھ جواب نہ بن پڑیگا یہ درجہ عفو سے بڑھکر ہے اسکو احسان کہتے ہیں اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جب خدا تعالے کسی بندے کو تحفہ دیا چاہتا ہے تو اسپر ایسا شخص معین کر دیتا ہے جو ظلم کرے یعنی ظلم کے باعث ظالم کی حسنات

مظلوم کے پاس آجاتی ہیں تو بدوں عمل اسکا آجانا گویا خدا کی طرف سے ہدیہ ہے
اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آکر شکایت کرنی شروع کی کہ مجھپر
فلاں شخص نے ظلم کیا ہے اور اسکو برا کہنا شروع کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو خدا کے
سامنے یہ ظلم جوں کا توں لیجاوے تو اس سے بہتر ہے کہ اسکا عوض یہاں لیکر
جاوے۔ اور یزید بن میسرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے ظالم کو کوستا ہے
تو خدا تعالی مظلوم کو فرماتا ہے کہ جس نے تجھ پر ظلم کیا ہے وہ تجھے کوس رہا ہے اور
تو اپنے ظالم کو کوستا ہے تو اگر تجکو منظور ہو تو ہم دونوں کو سنوں کو سنیں اور اگر
چاہے تو قیامت تک تاخیر کرکے دونوں کو اپنے دامن عفو میں جگہ دیں۔ اور مسلم
بن یسار رح نے ایک شخص سے کہا جس نے اپنے ظلم کرنے والے پر بد دعا دی تھی
کہ ظالم کا ظلم اسی کے حوالے کر تیری بد دعا سے پہلے اسکو لگیگا بشرطیکہ کسی کام
عمدہ سے اسکا تدارک نہ کرے اور لائق و مناسب اُسکے حال کے تو یہی ہے کہ
تدارک نہیں کریگا اور حضرت ابن عمر رض حضرت ابوبکر رض سے روایت کرتے
ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ہمکو یہ حدیث پہونچی ہے کہ قیامت کو خدا تعالی ایک
منادی کو حکم فرماویگا کہ یوں پکارے کہ جسکا خدا کے پاس کچھ رہا ہو وہ کھڑا ہو
تو اہل عفو کھڑے ہونگے اور چونکہ اُنہوں نے لوگوں سے درگذر کی ہوگی اللہ تعالے
اسکے مکافات میں اُن سے درگذر فرمائیگا اور ہشام بن محمد کہتے ہیں کہ خلیفہ
نعمان بن منذر کے پاس دو شخص حاضر کئے گئے ایک نے تو بڑی خطا کی تھی اسکو
تو معاف کردیا اور دوسرے نے چھوٹی خطا کی تھی اسکو سزا دی اور دو شعر پڑھے
جنکا ترجمہ یہ ہے۔ رباعی سلطاں جو بڑا قصور کرتے ہیں معاف + اور چھوٹے سے جرم پر سزا دیتے ہیں صاف +

نادان وجہل سے نہیں یہ معمول ٭ ہے شہرت حلم ورعب لو یہ انصاف ٭

اور مبارک بن فضالہ کہتے ہیں کہ سوار بن عبداللہ نے مجکو بصرہ والوں کے ساتھ ابوجعفر خلیفہ کے پاس بھیجا میں انکے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی پکڑا آیا اُنہوں نے اُسکے قتل کا حکم کیا مینے اپنے دل میں کہا کہ میرے سامنے اس بیچارہ مسلمان کا خون ہوگا پھر اُن سے کہا کہ ای امیرالمؤمنین میں ایک حدیث نقل کرتا ہوں جسکو مینے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اُنہوں نے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہے مینے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک ایسے میدان میں جمع کریگا کہ دیکھنے والا انکو دیکھ سکے اور پکارنے والے کی آواز سُن سکیں پھر ایک پکارنیوالا پکاریگا کہ جسکا خدا پر کچھ حق ہو وہ کھڑا ہو تو سوا معاف کرنیوالوں کے اور کوئی نہیں اُٹھیگا اسکو سنکر ابوجعفر نے کہا کہ یہ حدیث سچ تمنے حضرت حسنؓ سے سنی ہے مینے کہا کہ بیشک مینے اُنسے سُنی ہے بس اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس مجرم کو جانے دو۔ اور حضرت معاویہ رضہ فرماتے ہیں کہ جبتک تمکو انتقام کا قابو اور موقع نہ ملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع ملجاوے تو عفو اور احسان کرو ٭ اور روایت ہے کہ ایک راہب ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا اُنھوں نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں اس نے کہا کہ نبی تو نہ تھے مگر جو رتبہ انکو ملا صرف چار خصلتوں کے باعث ملا ایک تو یہ کہ جب انتقام پر قدرت ہوتی معاف کردیتے۔ دوسرے یہ کہ وعدہ پورا کرتے تیسرے یہ کہ سچ بولتے چوتھے یہ کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ حلیم اسکا نام نہیں کہ ظلم کے وقت تو چپ ہو رہے جب قدرت پاوے

تو بدلہ لے بلکہ حلیم وہ ہے کہ ظلم کے وقت حلم کرے اور قدرت کے وقت معاف کرے۔ اور زیاد رح کہتے ہیں کہ قدرت اور قابو پانا کینہ اور غصہ کو کھو دیتا ہے اور ہشام بن عبد الملک کے پاس ایک شخص گرفتار ہو کر آیا جسکی کوئی بات انکے کان میں پہونچی تھی جب سامنے آیا تو اپنی حجت بیان کرنے لگا خلیفہ نے فرمایا کہ تو بھی بولتا ہے اس نے کہا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ تَاْتِیْ کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا "جسدن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے" کیا خدا کے سامنے تو جھگڑینگے آپ کے سامنے نہ بولیں گے انہوں نے کہا کہ خیر کہو جو کہتے ہو۔ اور روایت ہے کہ ایک چور حضرت عمار بن یاسر کے خیمہ میں گھسا اور پکڑا گیا لوگوں نے انکی خدمت میں عرض کیا کہ اسکا ہاتھ کاٹ ڈالئے آپ نے فرمایا کہ نہیں میں اسکی پردہ پوشی کرونگا کہ اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرماوے اور ایکبار حضرت ابن مسعود بازار میں بیٹھے ہوئے کچھ سودا لیتے تھے دام دینے کی واسطے عمامہ میں سے درم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لئے آپ نے فرمایا کہ جب تک میں یہاں بیٹھا ہوں تب تک موجود تھے لوگ لینے والے کو بد دعا دینے لگے کہ الٰہی اسکے ہاتھ کٹ پڑیں اور اسکا برا ہو پس آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر اسکو کچھ حاجت تھی اور لیگیا ہے تو اسکو برکت دے کہ اسکا کام نکل جاوے اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب لیگیا ہو تو اسی گناہ کو اسکا پچھلا گناہ کردے کہ آگے کو پھر ایسا نہ کرے۔ اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں کہ خراسان کے ایک شخص کی بابت میں نے کوئی زیادہ زاہد نہیں دیکھا وہ میرے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھا تھا کہ طواف کو اٹھا اسمیں اسکے دینار چوری گئے تو رونا شروع کیا۔

مینے پوچھا کہ دیناروں کے واسطے روتے ہو اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اسوقت میرے سامنے یہ تصویر بندھ گئی ہے کہ میں اور چور خدا کے سامنے موجود ہیں اور اسکے پاس کوئی حجت نہیں کہ پیش کرے اسلئے مجکو رحم آیا اور رو پڑا۔ اور حضرت مالک بن دینار رہ فرماتے ہیں کہ جسوقت حکم بن ایوب بصرہ کے حاکم تھے ہم انکے گھر رات کو گئے اور حضرت حسن رہ بھی خوف زدہ سے آئے اور ہم اور وہ ساتھ ہی انکی پاس گئے مگر ہم حضرت حسن رہ کے ساتھ بچے سے معلوم ہوتے تھے پس حضرت حسن رہ نے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان کیا کہ بھائیوں نے انکو بیچ دیا اور کنوئیں میں ڈالا اور کیا کیا سلوک کیا غرضکہ بھائی کو تو بیچا اور باپ کو رنج دیا پھر عورتوں کے مکر سے قید میں مبتلا ہوئے مگر دیکھو تو خدا نے اُسے کیسا اُن سب سے زیادہ ذی ثروت وعزت بنایا اور اُنہی کا بول بالا رہا اور زمین کے خزانوں کا مالک کردیا ان سب باتوں کے بعد جب حکومت پوری ہوگئی اور گھر بار سب وہاں آگئے تو یہ ارشاد فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ "کچھ ملامت نہیں تمپر آج بخشے اللہ تمکو وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان" اس قصہ سے غرض حضرت حسن رح کی یہ تھی کہ حکم بن ایوب بھی انکے ساتھیوں کو معاف کردیں پس یہ قصہ سنکر حکم نے کہا کہ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اور اگر میرے پاس بدن کے کپڑوں کے سوا اور کچھ ہوتا تو میں اسی میں تمکو چھپا لیتا۔ اور ابن مقنع نے کسی اپنے دوست کو کسی بھائی کی سفارش کا خط لکھا مضمون یہ تھا کہ فلاں شخص اپنے قصور سے گریز کرکے تمہاری عفو کا خواہاں ہے اور تمہارے غصہ سے ڈر کر تمہاری ہی پناہ چاہتا ہے اور معلوم رہے

کہ جتنا گناہ بڑا ہوتا ہے اتنا ہی عفو کا فضل زیادہ ہے ؎ گر عظیم است از فرو دستاں گناہ
از بزرگاں عفو کردن اعظم است + اور عبدالملک بن مروان کے پاس جب ابن اشعث
کے قیدی آئے تو رجاء بن حیوٰۃ سے خلیفہ نے انکے باب میں صلاح کی اس نے
عرض کیا کہ خداوند کریم نے جو چیز تمکو پسند تھی یعنے فتح عنایت فرمائی اسکے عوض میں
جو اسکو پسند ہے وہ تم کرو یعنے اللہ تعالیٰ عفو کو پسند فرماتا ہے تم بھی معاف کردو۔
پس سب قیدیوں کا قصور معاف کر دیا۔ اور روایت ہے کہ زیاد نے ایک خارجی
کو پکڑا اتفاقاً وہ بھاگ گیا زیاد نے اسکے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو اپنے بھائی کو
حاضر کرو ورنہ میں تجکو مار ڈالونگا اس نے کہا کہ اگر میں امیر المؤمنین کا شقہ لادوں
تب تو چھوڑو گے کہا کہ البتہ۔ اس نے کہا کہ میں عزیز حکیم کا شقہ لاتا ہوں اور اسپر
دو پیغمبروں کی گواہی گذرانتا ہوں پھر یہ آیت پڑھی اَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ
وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ "کیا اسکو خبر نہیں پہونچی جو ہے
ورقوں میں موسیٰ کے اور ابراہیم کے جن نے پورا اتارا کہ اٹھاتا نہیں اٹھانیوالا
بوجھ کسی دوسرے کا" زیاد نے کہا کہ اسکو جانے دو اسکو حجت خوب سوجھی۔ اور روایت
ہے کہ انجیل میں مذکور ہے کہ جو اپنے ظالم کے لئے مغفرت کی دعا کرے شیطان اس سے
بھاگتا ہے۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عفو کا تتمہ نرمی کے فضائل پر کیا جائے۔

فضیلت نرمی کی

نرمی کا مقابل تیزی اور تنک چڑھانا ہوتا ہے نرمی ایک صفت عمدہ ہے جو حسن خلق
کا نتیجہ ہے اور اسکے برعکس تیزی نتیجہ غصہ اور درشتی کا ہے اور کبھی تو تیزی غصہ سے
ہوتی ہے اور کبھی شدت حرص اور اسکے غلبہ سے ہوتی ہے کہ اسمیں آدمی کو

سوچ سمجھ نہیں رہتی اسیواسطے استقلال جاتا رہتا ہے مگر نرمی بہر صورت ثمرہ حسن
خلق ہی کا ہے اور حسن خلق جبھی میسر ہوتا ہے کہ قوتِ غضب اور قوتِ شہوت کو
حد اعتدال پر روکا جاوے اسی بنا پر رفق یعنے نرمی کی تعریف میں حدیث شریف
میں بہت مبالغہ ہے چنانچہ فرمایا یَا عَائِشَةُ إِنَّهُ مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ
فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ حُرِمَ
حَظَّهُ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ "اے عائشہ جس کسیکو بہرہ رفق سے ملا ہے اسکو
بہرہ دنیا و آخرت کی برکت سے ملا ہے اور جس کسیکو رفق کے بہرہ سے محرومی ہوئی
اسکو دنیا و آخرت کے بہرہ سے محرومی ہوئی" (احمد نے اسکو نقل کیا ہے اور صحیحین میں بروایت عائشہ
منقول ہے یَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ "اے عائشہ اللہ تعالیٰ کو سب کاموں میں رفق پسند ہے"
اور فرمایا إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ أَهْلَ بَيْتٍ أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الرِّفْقَ "جب اللہ تعالیٰ کسی اہلبیت سے
محبت رکھتا ہے تو انکے درمیان رفق کر دیتا ہے" (احمد بروایت عائشہؓ) اور فرمایا إِنَّ اللّٰهَ لَيُعْطِي
عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْخُرْقِ فَإِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا أَعْطَاهُ الرِّفْقَ وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ
يُحْرَمُونَ الرِّفْقَ إِلَّا حُرِمُوا جَنَّةَ اللّٰهِ تَعَالَىٰ "اللہ تعالیٰ ملائمت پر اتنا دیتا ہے کہ جہالت
پر نہیں دیتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو چاہتا ہے اسکو ملائمت دیتا ہے اور
جو اہلبیت کہ ملائمت سے محروم رہتے ہیں وہ جنت سے محروم رہتے ہیں" (طبرانی
در کبیر بروایت جریر بسند ضعیف) اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ
یعنی اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق ہی کو پسند فرماتا ہے اور ملائمت پر وہ چیز عطا فرماتا
(مسلم بروایت عائشہ)
ہے جو درشتی کے ساتھ نہیں دیتا۔ اور حضرت عائشہ رضہ کو فرمایا کہ اے عائشہ ملائمت
کیا کر اسلئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی خاندان کی بزرگی چاہتا ہے تو انکو ملائمت کی راہ سوجھا دیتا ہے

اور ایک حدیث میں ہے کہ مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ کُلَّہٗ "جسکو ملائمت نہ ملی وہ بالکل خیر سے محروم رہا (مسلم بروایت جریر۔ اور اسمیں کلنہ ہے) اور فرمایا کہ جو حاکم اپنے عہد میں ملائمت و نرمی برتے گا اُسکے ساتھ قیامت کو سہولت برتی جاوے گی (مسلم بروایت عائشہ باندک اختلاف) اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کن لوگوں پر حرام ہے کُلُّ ھَیِّنٍ لَیِّنٍ سَھْلٍ قَرِیْبٍ (ترمذی بروایت ابن مسعود) اور فرمایا اَلرِّفْقُ یُمْنٌ وَّالْخُرْقُ شُوْمٌ "ملائمت برکت کی چیز ہے اور جہالت اور کرختگی نحوست ہے (بیہقی در شعب بروایت عائشہ بسند ضعیف) اور فرمایا اَلتَّاَنِّیْ مِنَ اللّٰہِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ "تاخیر اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی شیطان کی طرف سے" (ابو یعلی بروایت انس و ترمذی بلفظ دیگر) اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ سب مسلمان تو خدائے تعالیٰ کی عنایت سے آپ سے مستفید ہوتے ہیں کوئی عمدہ بات میرے لئے بھی خاص کر دیجئے آپ نے دو یا تین بار الحمدللہ فرما کر اُس شخص کیطرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار پوچھا کہ تو ہی نصیحت چاہتا تھا اس نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اُسے سوچ لیا کر اگر اچھی ہو تو کیا کر ورنہ باز رہا کر (ابن مبارک در زہد بروایت ابوجعفر مرسلاً مسلم نے نقل کی ہے) اور ایکبار حضرت عائشہ رضہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور انکی سواری میں ایک اونٹ شوخ تھا تو اسکو کبھی دائیں اور کبھی بائیں پھراتی تھیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ سہولت اور ملائمت کر۔ یہ ایسی شے ہے کہ جس چیز میں برتو اسکی زینت ہو جاوے اور جسمیں نہ ہو اسکو معیوب کر دے۔ آثار۔ حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر پہونچی کہ بعض عامل ظلم کرتے ہیں

آپ نے انکو طلب فرمایا جب وے حاضر ہوئے تو آپ نے بعد حمد و ثنا کے ارشاد
فرمایا کہ اے رعیت ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے خیر خواہی کرو اور اچھی بات کے
مددگار رہو۔ اور اے عاملو رعیت کا تم پر حق ہے پس جان لو کہ جیسی نرمی امام کی
اور اسکا حلم اللہ کو پسند ہے ویسا کوئی حلم محبوب اور عام نہیں اسی طرح کوئی
چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام کے ظلم و جہل سے بُری نہیں۔ اور یہ بھی جان رکھو
کہ جو شخص اپنے سامنے والوں کو عافیت سے رکھتا ہے اسکو غائب لوگوں
کی طرف سے بھی عافیت اور آسایش پہونچتی ہے۔ اور وہب ابن منبہؓ فرماتے
ہیں کہ ملائمت حلم کا ہم پلہ ہے۔ اور ایک حدیث موقوف و مرفوع میں وارد ہے
کہ علم مومن کا دوست جانی ہے اور حلم اسکا وزیر اور عقل راہنما اور عمل سربراہ کار
اور رفق اسکا والد اور نرمی بھائی اور صبر سپہ سالار ہے اور بعض اکابر کا قول ہے
ابن حبان در ثواب بروایت انس باسناد ضعیف
کہ علم ایمان کو کیا خوب زینت دیتا ہے اور اس علم کا تو کیا پوچھنا ہے جسکو عمل
سے زیبائش ہوئی ہو اور کتنا خوب وہ عمل ہے جسکی آراستگی رفق سے ہوئی ہو
غرضکہ جیسا جوڑ علم اور حلم کا ہے ایسا کوئی نہیں۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے
اپنے بیٹے عبداللہ سے سوال کیا کہ رفق کیا چیز ہے انہوں نے جواب دیا کہ جس صورت
میں آدمی حاکم ہو تو عاملوں سے نرمی برتے اُنھوں نے پوچھا کہ خرق یعنے جہالت
و درشتی کیا شے ہے آپ نے فرمایا کہ امام سے اور ایسے لوگوں سے جنکو اختیار
و قابو ضرر پہونچانے کا ہو دشمنی اور عداوت رکھنی۔ اور حضرت سفیان ثوری رہ نے اپنے
یاروں سے پوچھا کہ رفق کو تم لوگ جانتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد
فرمائیے فرمایا کہ ہر ایک امر کو اُسکے موقع و مقام پر برتنا شدت کی جگہ شدت اور

نرمی کی جگہ نرمی اس سے معلوم ہوا کہ نرمی کے ساتھ درشتی کا اختلاط بھی ضرور
چاہیئے جیساکہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است +
چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است + خلاصہ یہ کہ اور اخلاق کی طرح یہاں بھی درجہ اوسط
درشتی و نرمی میں محمود ہے مگر چونکہ انسان کی طبیعت درشتی کی طرف زیادہ
مائل ہے بدیں لحاظ ترغیب غایت درجہ رفق کی ضروری ہے اسی لئے شرع میں
صفت رفق کی بہت سی ہے درشتی کی مدح نہیں پائی جاتی گو اپنے اپنے موقع پر
حسب مصلحت وقت دونوں اچھی ہیں مگر جس جگہ درشتی ضروری ہوتی ہے وہاں حق بات
ہوائے نفسانی میں ملجاتی ہے اور گھی شکر سے بھی زیادہ مزہ معلوم ہوتا ہے ایسا ہی
حضرت عمر بن عبد العزیز کا قول ہے۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رہ نے حضرت
امیر معاویہ رہ کو خط لکھا اور اسمیں آنپر اسبات کا عتاب تھا کہ تم تاخیر و سستی بہت
کرتے ہو انہوں نے اسکے جواب میں لکھا کہ امر خیر میں تامل اور فکر سے بہتری اور ہدایت
زیادہ ہوتی ہے اور رشید وہی شخص ہے کہ جو جلدی کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے
اور محروم وہ آدمی ہے جو وقار سے محروم رہے اور مستقل آدمی ہمیشہ صواب کو
پہونچتا ہے اور جلد باز مدام چوک جاتا ہے اور جسکو رفق سے بہرہ نہیں ہوتا اسکو
حماقت سے نقصان ہوتا ہے اور جو تجربوں سے مستفید نہیں ہوتا وہ عالی درجہ
نہیں لے سکتا۔ اور ابو عون انصاری رہ فرماتے ہیں کہ جو کلمات سخت لوگ
آپسمیں بولتے ہیں انکے ساتھ ہی ایسے بھی الفاظ ہوتے ہیں کہ اسی مطلب کے مفید
ہوں اور انکی نسبت نرم ہوں۔ یعنی ؎ چو کارے بر آید بلطف و خوشی +
چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی + اور ابو حمزہ کوفی رہ فرماتے ہیں کہ کار باری

آدمی کو زیادہ حاجت سے نوکر رکھنا نہ چاہیئے اسلئے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے اور جان لینا چاہیئے کہ سختی سے لوگ اپنا کام نہیں کرتے جیسا نرمی سے کرتے ہیں۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ مومن متین ہوتا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر کام کرتا ہے رات کی لکڑی جمع کرنیوالے کی طرح نہیں ہوتا کہ جو ہاتھ میں آیا خاک پھس جمع کر لیا۔ پس علما نے رفق کی اسقدر تعریف اسی لئے کی ہے کہ یہ ایک عمدہ چیز اور اکثر اوقات بکار آمد ہے اور درشتی کی کبھی شاذ و نادر حاجت پڑتی ہے کامل آدمی وہی ہے جو موقع درشتی و نرمی کا پہچانے اور ہر ایک کام میں جو مناسب ہے وہ بجالاوے لیکن اگر اسکی بصیرت میں قصور ہو یا معلوم نہ ہو کہ فلاں مقدمہ میں کیا کرنا چاہیئے تو چاہیئے کہ رفق ہی کیطرف میل کرے اسلئے کہ غالبًا فلاح اسمیں ہوتی ہے۔ اب حسد کی برائی اور اسکی حقیقت و اسباب و علاج کا بیان کیا جاتا ہے اور یہ کہ اسکا دور کرنا نہایت ضروری ہے۔

گیارھواں بیان حسد کی برائی

واضح ہو کہ حسد بھی کینہ کی شاخ ہے اور کینہ غصہ کی شاخ ہے تو حسد غصہ کی شاخ در شاخ ہوئی اور غصہ اصل اصول ٹھہرا پھر حسد میں اتنی بڑی شاخیں پھیلتی ہیں کہ جسکا حصر بھی گویا کہ نہیں ہو سکتا اور اسکی مذمت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ "حسد نیکیوں کو ایسی کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو" (ابوداؤد بروایت ابوہریرہ و ابن ماجہ بروایت انس رض) اور ایک حدیث میں حسد اور اسکے نتائج و اسباب سے منع کرنے میں فرمایا لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا

آپسمیں حسد نہ کرو نہ ایک دوسرے سے ملنا چھوڑو نہ بغض کرو نہ ناطہ توڑو اور ہو جاؤ اللہ کے بندے بھائی" (صحیحین) اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم آپ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جنتی تمہارے سامنے آویگا اتنے میں ایک شخص انصار بائیں ہاتھ میں جوتیاں لئے ہوئے ڈاڑھی میں سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا جب دوسرا روز ہوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے اس روز بھی وہی شخص آیا تیسرے روز بھی یہی ماجرا گذرا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیگئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اُس شخص کے پیچھے گئے اور اُس سے یہ کہا کہ مجھ میں اور میرے باپ میں کچھ تکرار ہو گئی ہے اسپر مینے قسم کھائی ہے کہ تین دن اُنکے پاس نہ جاؤنگا اگر آپ اجازت دیں تو تین دن تک آپ کے مکان میں سورہا کروں اُنہوں نے کہا کہ کیا مضائقہ ہے حضرت عبداللہ رض تین رات انکے گھر میں سوئے تو دیکھا کہ وہ رات کو نہیں اُٹھتے بجز اسکے کہ ہر کروٹ پر ذکر الٰہی کر لیتے ہیں اور صبح کی نماز کے وقت تک بستر پر سے نہ اُٹھے البتہ اتنا معلوم ہوا کہ جب کوئی کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گذر گئے تو حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے جی میں انکے عمل کی کچھ وقعت نہ آئی اور تھوڑا سا عمل معلوم کیا تھا تو مینے اُن سے کہا کہ اے بندۂ خدا مجھ میں اور میرے باپ میں کچھ خفگی کی بات نہیں ہوئی تھی لیکن مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تمہاری شان میں یہ کلمات سُنے تھے اسواسطے یہ منظور تھا کہ میں بھی دیکھوں کہ تم کیا عمل کرتے ہو جس سے جنتی ہوتے ہو تو عمل تو تمہارا کچھ بہت نہیں یہ فرمائیے

کہ یہ ورد جسطرح بلا اُنہوں نے فرمایا کہ یہی ہے جو تمنے دیکھا میں انکے پاس سے چلا جب
تھوڑی دور گیا تو اُنہوں نے مجکو بلایا اور کہا کہ بھائی عمل تو یہی ہے جو تمنے دیکھا
مگر اتنی بات ہے کہ جو شئے اللہ تعالیٰ کسی مسلمان کو عطا فرماتا ہے اُسپر میرے دل میں
کچھ کدورت اور حسد نہیں آتی مینے کہا کہ بس وہ بات یہی ہے جس سے تمکو رتبہ ملا
یہ بات ہمسے نہیں ہوسکتی اور ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا تین باتیں
ایسی ہیں کہ جن سے کوئی خالی نہیں ایک ظن دوسری بدفالی تیسری حسد مگر میں
تمکو ان سے نجات کی صورت بتائے دیتا ہوں کہ جب کوئی ظن دل میں گذرے تو
اسکو ٹھیک نہ جاننا چاہیئے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کئے جاؤ اور جب حسد
آوے تو خواہش نہ کرو (طبرانی بروایت حارث بن النعمان) اور ایک روایت میں یوں ہے
کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ کمتر اُن سے کوئی خالی ہوگا اس روایت میں امکان حسد سے
خالی ہونے کا پایا جاتا ہے۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا
کہ ایک مرض تم میں پہلی امتوں کا چلا آیا ہے یعنی حسد اور بغض اور بغض مونڈنے
والی چیز ہے اور اس سے یہ غرض نہیں کہ بال مونڈتی ہے بلکہ دین کی صفائی
بتلاتی ہے قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے
کہ تم جنت میں ہرگز نہ داخل ہوگے جب تک مومن نہوگے اور مومن نہوگے
جب تک آپسمیں دوست نہ بنوگے اور میں تمکو ایسی بات بتاتا ہوں جس سے
بناء دوستی تم میں مستحکم ہو وہ یہ ہے کہ آپسمیں طریقۂ سلام کو خوب رائج کرو۔
(ترمذی بروایت مولیٰ زبیر عن زبیر) اور فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا وَّکَادَ الْحَسَدُ اَنْ
یَّغْلِبَ الْقَدْرَ قریب ہے کہ فقیری کفر ہو جاوے اور حسد تقدیر پر غالب ہو جاوے (بیہقی در شعب بروایت
بسند الرقاشی عن انس اور یزید ضعیف ہے)

اور نیز فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اور امتوں کا مرض پھیلیگا لوگوں نے عرض کیا
کہ اور امتوں کا مرض کیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ اَلْاَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّکَاثُرُ وَالتَّنَافُسُ
فِی الدُّنْیَا وَالتَّبَاعُدُ وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْبَغْیُ ثُمَّ یَکُوْنُ الْھَرْجُ ''ترجمہ'' اور اترانا
اور بہت نہایت جتلانی اور دنیا میں حرصا حرصی ہونا اور ایک دوسرے سے دوری چاہنی
اور آپسمیں حسد کرنا یہانتک کہ سرکشی ہوجاوے پھر فتنہ ہوگا'' (طبرانی در اوسط بروایت ابو ہریرہؓ)
اور فرمایا لَاتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِیْكَ فَیُعَافِیْهِ اللّٰهُ وَیَبْتَلِیْكَ '' نہ ظاہر کر شماتت اپنے
بھائی کی ورنہ اسکو اللہ بچاویگا اور تجھکو مبتلا کریگا'' (ترمذی بروایت وائلہ بن الاسقع اور کہا کہ حسن غریب ہے)
اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ جب پروردگار عالم سے باتیں کرنے گئے تو ایک
آدمی کو عرش کے سایہ میں دیکھا دل میں اُسکے رتبہ کے غبطہ ہوئے کہ اسکی سی جگہ
مجھے بھی ملتی یہ کوئی بڑا عالی رتبہ ہے جناب باری میں عرض کیا کہ اسکا نام مجکو
بتلایا جاوے حکم ہوا کہ نام سے کیا غرض ہے اسکا کام بتایا جاتا ہے کہ تین باتیں
کیا کرتا تھا ایک تو یہ کہ لوگوں پر انعام خداوندی دیکھکر حسد نہ کرتا تھا دوسرے
یہ کہ اپنے ماباپ کی نافرمانی نہیں کرتا تھا تیسرے یہ کہ لوگوں کی چغلی ایک دوسرے
سے نہیں کھاتا تھا۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ جلشانہٗ ارشاد
فرماتا ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے کہ میرے حکم پر غصہ ہوتا ہے اور جو کچھ
میں نے لوگوں کے حق میں مقدر کردیا ہے اسپر راضی نہیں ہوتا۔ اور ایک حدیث میں
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی امت
پر اس بات کا ہے کہ انکے پاس مال کی کثرت ہو اور آپسمیں حسد کرکے کشت و
خون کریں (ابن ابی الدنیا بروایت ابو عامر اشعری اور اسکی سند میں ثابت بن ثابت ہے اسکو ابوحاتم نے مجہول کہا ہے اور مسلم نے

اور فرمایا اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی قَضَاءِ الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ فَاِنَّ کُلَّ ذِیْ نِعْمَۃٍ مَحْسُوْدٌ" مدد چاہو حاجتوں کے پورا ہونیکے لئے خفیہ کیونکہ ہر نعمت والا حسد کیا جاتا ہے"۔ (ابن ابی الدنیا و طبرانی بروایت معاذ لبسند ضعیف) اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتوں کے دشمن ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ جو لوگوں پر نعمت دیکھکر حسد کریں (طبرانی در اوسط بروایت ابن عباسؓ اور طرح پر اس مضمون کو نقل کیا ہے۔ اور ابو منصور نے بروایت ابن عمر و انس لبسند ضعیف) اور فرمایا کہ یہ آدمی حساب کے پہلے ہی چھ چیزوں کے سبب دوزخ میں جائینگے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون سے لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ امیر ظلم کے باعث اور عرب عصبیت یعنی اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبّر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور روستائی جہالت کے باعث اور علما حسد کے سبب۔ آثار۔ بعض متقدمین کا قول ہے کہ اول خطا جو واقع ہوئی وہ حسد تھی یعنے ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ پر حسد کرکے سجدہ سے انکار کیا اور صرف حسد ہی کے باعث خدا کی نافرمانی میں مبتلا ہوا۔ اور روایت ہے کہ عون بن عبد اللہ فضل بن مہلب کے پاس اُس زمانہ میں تشریف لیگئے کہ وہ واسطہ کے حاکم تھے اور یہ کہا کہ میں تمکو ایک نصیحت کرتا ہوں اُنھوں نے کہا فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ایک تو تکبر سے بچنا کیونکہ اول نافرمانی خدا تعالیٰ کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اسکی کلام مجید میں موجود ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ" اور جب ہمنے کہا فرشتونکو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کو پڑے مگر ابلیس نے قبول نہ کیا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکروں میں سے"۔ دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہے کہ حضرت آدمؑ کو

جب خداوند کریم نے جنت میں جگہ دی جسکا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے
اور سب چیزوں کے کھانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع کردیا
تو اُنھوں نے حرص کی بدولت اُسمیں سے کھایا اور جنّت سے نکالے گئے حکم ہوا کہ
اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ " اترو یہاں سے سارے تم ایکدوسرے
کے دشمن ہو"۔ تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہے کہ قابیل نے اسی کے
باعث ہابیل کو مارا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ
بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ
" اور سنا انکو احوال آدمؑ کے دو بیٹوں کا جب قربانی کی دونوں نے کچھ قربانی
پھر قبول ہوئی ایک سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے سے کہا میں تجکو مار ڈالونگا"
اور ایک بات یہ ہے کہ جب ذکر اصحاب رضؓ کا ہو تو سکوت کرنا اور تقدیر اور
نجوم کے ذکر کے وقت بھی سکوت کرنا اور بکر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص
کسی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر یہ جملہ کہا کرتا کہ محسن کے احسان کے مکافات
میں اُسکے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے کیونکہ بدی کرنیوالے کو تو خود اسکی بدی ہی
تیری طرف سے کفایت کرے گی اُس شخص پر اُسکے رُتبہ پر ایک آدمی کو حسد
ہوئی یہانتک کہ بادشاہ سے اسکی چغلی کی کہ جو آدمی حضور کے سامنے کھڑا ہو کر
جملہ کہا کرتا ہے وہ یوں کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن ہے بادشاہ نے کہا کہ
اسکی تصدیق کیسے ہو اس نے کہا کہ جب وہ شخص آپ کے سامنے کھڑا ہو اسکو
اپنے پاس بلوائیے جب آپ کے قریب آویگا تو اپنی ناک بند کرلیگا کہ منہ
کی بدبو نہ آئے بادشاہ نے کہا اچھا ہم کل امتحان کرینگے اِدہر تو بادشاہ سے

یہ کہہ گیا اُدھر اُس شخص کی دعوت کرکے ایسا کھانا کھلایا جسمیں بہت سا لہسن تھا
اتنے میں دربار کا وقت آگیا وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا
اور وہی جملہ کہا بادشاہ نے اسکو پاس بلایا اُس نے اس خوف سے کہ کہیں
بادشاہ کو میرے منہ کی لہسن کی بو نہ آئے اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا اور پاس گیا
بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلاں شخص اسکی نسبت کچھ کہہ گیا تھا وہ درست ہے
اسی وقت اپنے ایک عامل کو شقہ دستخط خاص سے لکھا کہ جب حامل شقہ
تیرے پاس آوے اُسکو قتل کرکے اُسکے چمڑے میں بھُس بھروا کر ہمارے
پاس بھیجدینا اور شقہ کو حوالہ اُس شخص کے کیا کہ فلاں عامل کے پاس لیجا
یہ شخص شقہ لیکر دربار سے نکلا اور اُس بادشاہ کا دستور یہ تھا کہ شقہ دستخطی خاص
صرف واسطے انعام اور خلعت کے لکھا کرتا تھا اثنا راہ میں وہ حاسد ملا اُسکے
ہاتھ میں شقہ دیکھکر پوچھا کہ یہ شقہ کیسا ہے اُس نے کہا کہ فلاں عامل کے
نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اُسکے پاس لئے جاتا ہوں اُس نے سمجھا کہ ضرور
اسمیں کچھ انعام وجاگیر کو لکھا ہوگا اس گمان سے اس شخص سے کہا کہ یہ شقہ
مجکو دے ڈال کہ میں لیجاؤں اُس نے کہا کہ مینے تجکو یہ دیا لیجا جب رقعہ
لیکر عامل کے پاس گیا اس نے پڑھ کر حامل سے کہا کہ اس شقہ میں یہ حکم ہے
کہ حامل کو قتل کرکے اور کھال کھچوا کے اسمیں بھُس بھر کے حضور میں بھیجدو۔
تب تو یہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ اسکا اصل حامل تو اور شخص ہے میں نہیں ہوں
خدا کے واسطے مجھے یہ شقہ دیدو کہ میں بادشاہ کے پاس واپس لیجاؤں عامل نے
کہا کہ بادشاہ کا شقہ واپس نہیں ہوسکتا غرض اسکو ذبح کرکے پوست اُتروا کر

بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ اب اُس شخص کا حال سنئے کہ وہ بدستور وقت مقررہ پر پھر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تھا وہی کہا بادشاہ نے حیران ہوکر پوچھا کہ شقہ کو کیا کیا اس نے عرض کیا کہ راہ میں فلاں شخص مجکو ملا اُس نے مجھ سے مانگا میںنے اُسکو ہبہ کردیا بادشاہ نے کہا کہ وہ یوں کہتا تھا کہ تو مجھکو گندہ دہن کہتا پھرتا ہے اُس نے کہا کہ میںنے ہرگز نہیں کہا بادشاہ نے پوچھا کہ پھر جب میںنے تجکو اپنے پاس بلایا تھا تو نے اپنا ہاتھ منھ پر کیوں رکھ لیا تھا اس نے کہا کہ اُسی شخص نے مجکو ایسا کھانا کھلادیا تھا جسمیں لہسن تھا میںنے منھ اسواسطے بند کیا تھا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم ہو بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنے والے کو اسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کرگئی۔ اور حضرت ابن سیرین رہ فرماتے ہیں کہ میںنے امر دنیا کے لئے کسی پر حسد نہیں کی اسواسطے کہ اگر وہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو دنیا پر اسکی کیا حسد کروں جنت میں دنیا کی کیا قدر ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دنیا کے اوپر اسکی حسد فضول ہے اسلئے کہ اسکا انجام دوزخ ہوگا۔ اور ایک شخص نے حضرت حسن رہ سے پوچھا کہ مومن حسد بھی کیا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا حال بھول گئے مومن حسد کرتا ہے مگر چاہیئے کہ صرف سینہ میں ہی اُسکو پوشیدہ رکھے اسلئے کہ جب زبان و ہاتھ سے کچھ زیادتی نہ کریگا تو حسد سے کچھ نقصان نہیں ہوگا اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کریگا اُسکی ہنسی اور حسد دونوں کم ہوجائیں گے۔ اور حضرت معاویہ رضہ فرماتے ہیں کہ میں سب آدمیوں کے راضی کرنے پر قدرت رکھتا ہوں مگر حاسدِ نعمت کہ وہ

بدون زوال نعمت راضی نہیں ہوتا ہے ۔ تو انم آنکہ نیازارم اندرون کسے + حسود را چہ کنم کو زخود برنج دراست + اور بعض حکما کا قول ہے کہ حسد ایک زخم ہے کہ کبھی نہیں بھرتا اور جو کچھ حاسد پر گذرتا ہے اسکو وہی کافی ہے اور ایک اعرابی کا قول ہے کہ مینے کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سوائے حاسد کے نہیں دیکھا کہ جب دوسرے کی نعمت دیکھتا ہے گویا اُسکے چھریاں لگتی ہیں اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ آدمی دوسرے پر کیوں حسد کرتا ہے اگر اسکو خدا تعالے نے لائق سمجھکر نعمت دی ہے تو جسکو خدا تعالے بزرگی دے اسپر حسد کیا ضرور ہے اور اگر اور کچھ معاملہ ہے تو ایسی چیز پر کیا حسد کرنی چاہیئے جسکا مآل دوزخ ہو۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ حاسد کو مجلسوں میں تو ذلت اور مذمت ملتی ہے اور فرشتوں سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور نزع میں ہول و شدت اور قیامت میں عذاب و فضیحت۔

بارھواں بیان حسد کی حقیقت اور حکم اور اقسام مراتب کے ذکر میں

یہ تو ظاہر ہے کہ حسد نعمت ہی پر ہوا کرتا ہے پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرماوے تو دوسرے شخص کے دو حال ہوتے ہیں اول تو یہ کہ وہ نعمت اسکو بُری معلوم ہو اور یوں چاہے کہ اُسکے پاس نہ رہے۔ اس حالت کا نام تو حسد ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسد کی تعریف و حقیقت تو یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت کو بُرا جاننا اور اُسکے پاس سے جاتی رہنے کا خواہاں ہونا دوسرا حال یہ ہے کہ نہ تو وہ نعمت بُری معلوم ہو اور نہ اُسکے زوال کا خواہاں ہو بلکہ یوں دل چاہے کہ ایسی ہی نعمت ہمکو بھی ملے اسکا نام

غبطہ اور منافست ہے اور کبھی منافست اور حسد ایک دوسرے کی جگہ بولی جاتی ہیں اور اسکا کچھ مضائقہ نہیں معنی کے رو سے ایسا اکثر ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن یَغْبِطُ والمنافق یَحْسُدُ (یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی بلکہ ابن ابی الدنیا نے فضیل بن عیاض کا قول بتایا ہے) پس حسد تو ہر حال میں حرام ہے مگر ایسی نعمت پر جو کسی فاجر یا کافر کے ہاتھ لگی ہو اور وہ اس سے فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کرتا ہو تو ایسی نعمت کو اس شخص پر برا جاننا اور اسکے زوال کا خواہاں ہونا کچھ گناہ نہیں اسلئے کہ خود نعمت پر تو یہ حسد نہیں بلکہ اسوجہ سے ہے کہ وہ سامان فتنہ و فساد کا ہے اور اگر اس سے وہ فساد و فتنہ نہ کرے تو کچھ بھی برا نہ معلوم ہو اور حسد کی حرمت میں جو حدیثیں وارد ہیں انکا ذکر پہلے ہو چکا ہے ان سے صاف ظاہر ہے کہ حسد کا حکم حرمت ہی ہے علاوہ اسکے گویا دوسرے کی نعمت کو برا جاننا خداتعالے کے حکم سے غصہ ہونا ہے کہ اپنے بعض بندوں کو بعض پر فضیلت کیوں دی اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اسکے لئے نہ کوئی عذر ہے کہ اس سے خدائی احکام پر نارضامندی ظاہر کیجائے اور نہ اسکی اجازت ہے۔ غور کی بات ہے کہ اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ کسی مسلمان کی راحت بری معلوم ہو حالانکہ اسمیں اپنا کچھ ضرر نہ ہو اللہ جلشانہ نے بھی حسد کی مذمت جابجا ارشاد فرمائی۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا "اگر تمکو ملے کچھ بھلائی بری لگے انکو اور اگر تمپر پہونچے برائی خوش ہوں اس سے" یہ خوشی شماتت کے باعث تھی اور شماتت و حسد لازم و ملزوم ہیں۔ اور ارشاد فرمایا وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ

دل چاہتا ہے بہت کتاب والوں کا کسی طرح تمکو پھیر کر نہیں مسلمان ہونے پیچھے کافر کردیں حسد کر کے اپنے اندر سے"۔ اسمیں یہ بتلایا کہ کفار جو زوال نعمت ایمان چاہتے ہیں حسد کے سبب ہے۔ اور فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً "چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جیسے وہ کافر ہوئے پھر سب برابر ہو جاؤ"۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی حسد جہاں ذکر فرمائی ہے تو انکے دل کی بات کو یوں ارشاد فرمایا ہے اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ "جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اسکا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہمسے اور ہم قوت کے لوگ ہیں البتہ ہمارا باپ خطا میں ہے صریح مار ڈالو یوسف کو یا پھینک دو کسی ملک میں کہ اکیلی رہے تمپر توجہ تمہارے باپ کی" یعنے جب باپ کی محبت حضرت یوسف کے ساتھ بھائیوں کو اچھی نہ معلوم ہوئی تو اسکے زوال کی فکر کر کے انکو انکی نظروں سے غائب کردیا اور فرمایا وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا "اور نہیں پاتے دل میں حاجت اُس کی جو انکو ملا"۔ اسمیں حسد نہ کرنے والوں کی تعریف ہے یعنے انکے دل تنگ نہیں ہوتے اور نہ رنج کرتے ہیں۔ اور مقام انکار میں ارشاد فرمایا اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ "آیا حسد کرتے ہیں لوگ اسپر جو دیا اللہ نے اپنے فضل سے" اور فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً اس کلمہ تک اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ "تھے لوگوں کا دین ایک" اسکی تفسیر میں بغیًا کے معنے حسد کے لئے ہیں اور فرمایا وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ "پھوٹ جو ڈالی سو سمجھ آچکی

پیچھے آپکی ضد سے" یعنے علم انکو اسلئے عطا ہوا تھا کہ سچا آور ہی طاعت الٰہی میں متفق ہو کر آپسمیں مانوس و مالوف ہونے اسکے برخلاف حسد اور اختلاف کرنے لگے کہ ہر ایک کو یہی منظور ہوا کہ ریاست ہمیں ملے دوسرے کے پاس نہ جائے اور سب لوگ ہمارا ہی کہنا مانیں اسی ردّ و بدل میں پڑ گئے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبل رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہود جب کسی قوم سے لڑتے تو یوں دعا مانگتے کہ الٰہی بطفیل اُس پیغمبر کے کہ جسکے بھیجنے کا تونے ہمسے وعدہ کیا ہے اور اُس کتاب کے طفیل سے جسکو تو اُسپر اُتاریگا ہمکو فتح دے اور انکی فتح ہوا کرتی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہوئے تو پہچان کر انکار کر گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہونچا انکو جو پہچان رکھتے تھے اُس سے منکر ہوئے" اور پھر اُسکے آگے فرمایا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ "یہ کہ منکر ہوئے اللہ کے اُتارے کلام سے" یعنی حسد اور حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حُیَیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک روز میرا باپ اور چچا آپ کے پاس سے گھر گئے تو میرے باپ نے چچا سے پوچھا کہ تم حضرتؐ کی شان میں کیا کہتے ہو اُنھوں نے جواب دیا کہ میری دانست میں یہ وہی نبی ہیں کہ جنکی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام دے چکے ہیں پھر میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے اُس نے کہا کہ میں تو زندگی بھر انکا دشمن ہی رہونگا (ابن اسحٰق نے نقل کی ہے اور منقطع و ضعیف ہے) اب منافست کا حکم سننا چاہیئے کہ وہ حرام نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَفِیْ ذٰلِکَ

فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ "اور اسپر چاہیئے ڈھونکنے ڈھونکنے والے"۔ اور فرمایا سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ "دوڑو اپنے رب کی معافی کو" اسمیں بھی منافست ہی مراد ہے اسلئے کہ سبقت وہاں ہی ہوتی ہے جہاں چیز کے جاتے رہنے کا خوف ہو مثلاً دو غلام اپنے آقا کی خدمت کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کیا چاہیں تو مقصود ہر ایک کا یہی ہے کہ ایسا نہ ہو میرا ساتھی آقا کے سامنے اول جاکر ایسی چیز لے لے کہ مجکو نہ ملے۔ اور حدیث شریف میں تو اسکی تصریح موجود ہے چنانچہ فرمایا لَاحَسَدَ اِلَّا فِی الْاِثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَهُوَ یَعْمَلُ بِهٖ وَیُعَلِّمُهُ النَّاسَ "نہیں حسد مگر دو شخصوں میں۔ ایک وہ کہ دیا ہو اسکو اللہ نے مال اور مسلط کیا ہو اسکے خرچ کرنے پر امر حق میں اور ایک وہ کہ دیا ہو اسکو اللہ نے علم تو وہ عمل کرتا ہو اسکے بموجب اور سکھاتا ہو اسے لوگوں کو (بخاری و مسلم بروایت ابن عمر) پھر اسکی تفسیر حدیث ابی کبشہ انماری میں اسطرح فرمائی مَثَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَثَلُ اَرْبَعَةٍ رَجُلٍ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَّعِلْمًا فَهُوَ یَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ فِیْ مَالِهٖ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ یُؤْتِهٖ مَالًا فَیَقُوْلُ رَبِّ لَوْ اَنَّ لِیْ مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ اَعْمَلُ فِیْهِ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ فَهُمَا فِی الْاَجْرِ سَوَاءٌ "اس امت کی مثال چار آدمیوں کی سی ہے ایک وہ کہ دیا ہو اسکو اللہ نے مال اور علم تو وہ اپنے مال میں اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہو دوسرے وہ کہ دیا ہو اسکو اللہ نے علم اور نہ دیا ہو مال تو علم والا کہیگا کہ اگر میرے پاس فلاں شخص کا سا مال ہوتا تو میں بھی اسمیں ویسا ہی عمل کرتا تو یہ دونوں ثواب میں برابر ہونگے" (ترمذی و ابن ماجہ) اور یہ اسلئے ہے کہ وہ صرف اسی بات کو چاہتا ہے کہ فلانے جیسا مال مجھے بھی ملے یہ نہیں چاہتا

کہ اُسکے پاس سے جاتا رہے۔ پھر اسی حدیث کا تتمہ یہ ہے "وَرَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَھُوَ یُنْفِقُہٗ فِیْ مَعَاصِی اللّٰہِ وَرَجُلٌ لَمْ یُؤْتِہِ اللّٰہُ مَالًا فَیَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَکُنْتُ اَعْمَلُ فِیْہِ بِمِثْلِ عَمَلِہٖ فَھُمَا فِی الْوِزْرِ سَوَاءٌ" اور ایک شخص ایسا ہے کہ اللہ نے اسکو مال دیا تو وہ اسکو اسی کی نافرمانی میں خرچ کرتا ہے اور ایک ایسا ہے کہ اسکو خدا نے مال نہ دیا وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس فلاں شخص کی مانند مال ہوتا تو میں بھی ویسی ہی حرکات کا مرتکب ہوتا تو اُن دونوں کو گناہ برابر ہوگا (بخاری مسلم کی حدیث کا تتمہ ہے) پس مذمت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مفلس کو اس جہت سے ہے کہ اس نے مال سے تمنائے معصیت کی نہ اس جہت سے کہ اس نے دوسرے جیسا مال کیوں چاہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دوسرے کی نعمت پر غبطہ کرے اور اپنے واسطے بھی ویسا ہی چاہے اور دوسرے سے اسکا دور ہونا پسند نہ کرے اور نہ اُسکے پاس اس نعمت کا ہمیشہ رہنا برا معلوم ہو تو اسمیں کچھ حرج نہیں ہاں یہاں یہ بات رہی کہ حدیث مذکورۂ بالا میں لفظ حسد ہے اور ذکر اباحت منافست کا تھا تو اسکا حال ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ حسد اور منافست ایک دوسرے کی جگہ پر بولے جاتے ہیں اور بقرینۂ مقام معنے لیے جاتے ہیں منافست کی جگہ تو حسد کا استعمال اس حدیث میں ہے اور حسد کی جگہ منافست کا لفظ اس روایت میں موجود ہے کہ جب قثم بن عباس اور فضل رض نے چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں جاکر اس امر کی درخواست کریں کہ حکومت صدقات کی ہمارے سپرد فرمائیے تو حضرت علی رض نے اُن سے فرمایا کہ وہاں جانا فضول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمکو یہ عہدہ عطا نہ فرمائینگے اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ بات

تم منافست یعنی حسد سے کہتے ہو حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو
اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بیاہ دی تو ہمنے تمپر کچھ منافست یعنی حسد نہیں کی
تھی۔ انتہی۔ (یہ قصہ مسلم نے نقل کیا ہے مگر اسمیں بروایت مطلب ابن ربیعہ یوں ہے کہ ربیعہ اور عباس نے جمع
ہوکر کہا کہ فضل اور مطلب کو بھیجنا چاہیئے پس مصنف کا قول مطلب کی جگہ قثم بیان کرنے میں سہو ہے) اب یہ معلوم کرنا
چاہیئے کہ جس نعمت پر آدمی غبطہ کرتا ہے اگر وہ نعمت دینی اور واجب ہے۔ مثلاً
ایمان اور نماز و زکوٰۃ وغیرہ پس اسپر غبطہ کرنا واجب ہے یعنی یہ چاہنا کہ مجکو بھی یہ
دولت نصیب ہو واجب ہے اسلیئے کہ اگر واجب چیزوں کو اپنے لیئے نہ چاہیگا تو خدا
کی نافرمانی سے گویا خوش ہے اور یہ امر حرام ہے اور اگر نعمت مذکورہ فضائل
میں سے ہو جیسے عمدہ باتوں میں خواہ صدقات نفل میں روپیہ صرف کرنا وغیرہ تو ایسی
نعمت میں غبطہ مستحب ہے اور اگر نعمت صرف ایسی ہے کہ اس سے بقدر مباح
بہرہ ور اور لذت یاب ہو سکے تو اسمیں منافست بھی مباح ہے اور ان سب کا
مآل یہ ہے کہ آدمی یوں چاہتا ہے کہ میں دوسرے کے برابر ہو جاؤں اور اس
نعمت میں اسکا شریک ہوں اور نعمت کو برا جاننا اسمیں داخل نہیں تو گویا
اس نعمت میں دو باتیں ہیں اول تو جسکو یہ عطا ہوتی ہے اسکا آرام اور دوسرے
اس شخص کے سوا جتنے اس نعمت سے محروم ہیں انکا نقصان ظاہر ہونا تو غبطہ
کرنیوالا امر اول کو برا نہیں جانتا بلکہ اپنا ناقص ہونا اور سب سے پیچھے رہنا
برا جانتا ہے اور نعمت والے کی برابری چاہتا ہے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں
کہ آدمی مباحات میں اپنے نقصان اور پیچھے رہنے کو برا سمجھے۔ ہاں ایسی باتوں
سے فضل اسکا ناقص رہیگا۔ ہر چند اسی طرح کی باتیں زہد اور توکل اور رضا کے

برخلاف ہیں اور مقامات بلند کے لئے ایک حجاب ناہم موجب نافرمانی نہیں ہیں اور یہاں ایک اور باریک دقیقہ ہے وہ یہ ہے کہ جب آدمی اسبات سے نا امید ہوتا ہے کہ مجکو فلاں جیسی دولت ملے اور اپنا کمتر رہنا برا معلوم ہوتا ہی تو بالضرور اپنا نقصان پورا کرنا چاہیگا اور اسکے نقصان جاتے رہنے کی دوہی صورتیں ہیں یا یہ کہ دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت نہ رہے اور دونوں برابر ہوجائیں یا اسکے پاس ویسی نعمت آجاوے اور سب آدمی ہو جاویں اور جب ایک صورت نہیں بن پڑتی تو بالضرور بمقتضائے بشریت آدمی کا دل دوسری صورت کی طرف میل کریگا حتی کہ اگر بالفرض دوسرے کے پاس سے وہ نعمت جاتی رہے تو یہ بات زیادہ اسکے جی کو لگیگی بہ نسبت اسکے کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت ہمیشہ رہے کیونکہ اسکے دور ہونے سے یہ اور وہ برابر ہوجاوینگے اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ بہت کم دل اس سے خالی ہوتے ہیں اس صورت میں یہ تدبیر اولی ہے کہ غبطہ کا حال یوں دریافت کرے کہ اگر مثلاً دوسرے کی نعمت کا اختیار مجکو حاصل ہو تو میں کیا کروں اگر یہ بات دل میں گذرے کہ میرا بس ہو تو میں اس نعمت کو اس سے دور کردوں تو معلوم کرنا چاہئے کہ یہ خواہش حسد ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ باوجود قابو و اختیار رکھنے بھی تقوے اس امر کا مانع ہوگا کہ دوسرے کی نعمت کو اس سے علحدہ کیجئے تو پھر غبطہ جائز ہے اسلئے کہ اپنے عقل و دین کے زور سے یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے سے یہ نعمت جاتی رہے بلکہ اسکو یہ منظور ہے کہ مجکو بھی ویسی ہی نعمت ملجاویگی اور یہ نکتہ باریک جو ہمنے لکھا شاید اس حدیث میں یہی غرض ہے ثلاثٌ

لَا یَنفَکُّ الْمُؤْمِنُ عَنْھُنَّ اَلْحَسَدُ وَالظَّنُّ وَالطِّیَرَۃُ "تین چیزیں ہیں کہ ایماندار
ان سے خالی نہیں ہوتا حسد اور ظن اور بد فالی"۔ اور پھر فرمایا وَلَہٗ مِنْھُنَّ
مَخْرَجٌ اِذَا حَسَدْتَ فَلَا تَبْغِ "اور اسکو اُن سے نکال کی صورت ہے۔
معنے اسکے یہ ہیں کہ اگر تیرے دل میں کچھ گذرے بھی تو اسکے بموجب عمل
مت کر اور نفس الامر میں انسان سے بعید ہے کہ جب اپنے آپ کو دوسرے کا ہمسر
کیا چاہے اور نعمت سے عاجز ہو جائے تو اسبات کا خیال نہ کرے کہ یہ نعمت
اُسکے پاس بھی نہ رہے بلکہ اسکا واہمہ گذرتا ہی ہے ورنہ دوسرے پر نعمت کے
ہمیشہ رہنے سے تو یہ ہمیشہ کمتر ہی رہیگا پس اسطرح کی منافست ناجائز حسد
کی ہم پلہ ہے تو ضرور ہوا کہ اسمیں احتیاط کیجاوے کیونکہ یہ خطر کا مقام ہے
آدمی اکثر اپنے اقارب و یگانوں ہی میں سے بعضوں کو اعلیٰ رتبہ پر دیکھتا ہے
تو انکی برابری چاہتا ہے اسی سے کبھی اُس حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے جو شرعاً
ممنوع ہے اسلئے کہ آخر اس حسد کا باعث تو خوف تفاوت اور ظہور نقصان
ہی ہوتا ہے جو کبھی حسد مذموم میں بھی پھنسا دیتا ہے بشرطیکہ قوت ایمانی اور
زور تقویٰ نہ ہو یعنے رفتہ رفتہ جب اپنے آپ ویسی نعمت نہیں پاتا اور مساوی
ہونیکو دل چاہتا ہے تو انجام کو یہی سوچتا ہے کہ اسکے پاس بھی نہ رہے
تو برابر ہو جائیں اسطرح کی منافست کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ قسم حرام ہے
خواہ امور دینی میں ہو یا دنیاوی میں لیکن اگر دل ہی دل میں یہ بات گذر جائے
اور اسپر عامل نہ ہو تو امید ہے کہ معاف ہو جاوے اور اسبات کو بزور عقل و
دیں برا جاننا ہی کفارہ دل کے وسوسہ کا ہو جائے۔ اب مراتب حسد معلوم کرنے

چاہئیں کہ وہ چار ہیں اول تو یہ کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے گو وہ نعمت اُسکے پاس نہ آئے۔ یہ درجہ سب میں زیادہ بُرا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس نعمت کا اپنے پاس آنا چاہتا ہے اس سے غرض نہیں کہ دوسرا اُس سے کیوں مستفید ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ کسیکے پاس سے جاتی رہے مثلاً کوئی عمدہ مکان یا حکومت وغیرہ ہے اسکو اسکا دل چاہتا ہے کہ یہ میرے پاس آجائے یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا اسپر کیوں مسلط ہے۔ تیسرے یہ کہ خاص اُس نعمت کو اپنے لئے نہیں چاہتا بلکہ اسکا مثل اپنے لئے چاہتا ہے اور اگر مثل نہ ملے تو اسکا زوال چاہتا ہے تاکہ مساوات وبرابری ہوجائے چوتھے یہ کہ نعمت کا مثل اپنے لئے چاہتا ہے اور اگر نہ ملے تو اسکا زوال دوسرے سے نہیں چاہتا یہ صورت اخیر جائز اور معاف ہے اگر نعمت دنیاوی میں ہو اور اگر نعمت دینی میں واقع ہو مستحب ہے۔ اور مرتبہ دوم بَین بَین ہے اسمیں کچھ بھلائی ہے اور کچھ برائی یعنے زوال کسیکی نعمت کا نہ چاہنا تو اچھی بات ہے مگر جس شئے پر دوسرا قابض ہے اسکا اپنے واسطے چاہنا اچھا نہیں جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک سے" اور تیسرا مرتبہ دوسرے کی نسبت بُرا ہے اور پہلا تو نِرا بُرا ہی ہے اور مرتبہ ثانی کو اور رابع کو حسد مجازاً کہدیتے ہیں۔

تیرھواں بیان منافست اور حسد کے اسباب میں

منافست کا سبب تو صرف محبت اُس چیز کی ہوتی ہے اگر وہ شئے امر دینی ہے تو اسکا سبب اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی اطاعت کی محبت ہے اور اگر امر دنیوی ہے

تو اسکا سبب دنیا کے مباحات کی محبت اور اوسکے لذتوں پانیکا چسکا ہے اور ہمکو غرض حسد مذموم کے اسباب بیان کرنے سے ہے اسکے اسباب گو بہت ہیں مگر اکثر سات سبب ہوتے ہیں۔ اول تو عداوت۔ دوم برابر والے کی عزت کا ناگوار ہونا۔ سوم دوسرے کی حقارت۔ چہارم تعجب۔ پنجم مقصد مطلوب فوت ہوجانیکا خوف۔ ششم محبت ریاست۔ ہفتم خبث و بخل نفس کیونکہ آدمی جو نعمت کو دوسرے پر پڑا ہوا جانتا ہے یا تو اسلئے ہے کہ وہ اسکا دشمن ہے تو دشمن کی خیر کیوں منا وے۔ اور یہ سبب یعنی عداوت حسد کی اور اسباب کی نسبت بہت سخت ہے اسلئے کہ دستور ہے کہ جس کو ستایا کوئی شخص کسی وجہ سے ستاتا ہے خواہ اسکے مطلب میں کچھ خلل انداز ہوتا ہے تو وہ اس سے دل میں کینہ اور بغض رکھتا ہے اور اسپر غصہ کرتا ہے اور کینہ و غضب کے باعث انتقام کا خواہان رہتا ہے۔ اگر اپنے آپ انتقام سے عاجز ہے تو یہ چاہتا ہے کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے یہانتک کہ اگر بالفرض اسکو کوئی بلا پیش آوے تو یہی جانتا ہے کہ یہ امر صرف میرے اوپر ظلم کرنے سے ہوا اور کہنے لگتا ہے کہ خدا نے میری سن لی غرض کہ بغض کے باعث جہالت کے مارے اپنی کرامت سمجھنے لگتا ہے اور اگر کچھ نعمت دشمن کو ملجائے تو برا معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ وسوسہ کرتا ہے کہ خدا کے یہاں میری کچھ پوچھ نہ ہوئی کہ میرے دشمن سے باوجود میری ایذا کے انتقام نہ لیا بلکہ اور انعام دیا حاصل یہ کہ بغض و عداوت کو حسد لازم ہے اور کچھ برابر والے پر موقوف نہیں ادنی کمینہ آدمی بادشاہ سے حسد کرنے لگتا ہے یعنی بغض کی جہت سے یہ چاہتا ہے کہ

اسکی دولت جاتی رہے اور یہ بہت گناہ ہے تو چاہیئے کہ اسطرح کی حسد کو اپنے دل سے برا جانے اور یہ وہ چیز ہے کہ کافروں کی صفت ہیں اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا وَاِذَا لَقُوْکُمْ قَالُوْآ اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں دشمنی سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے جیسوں کی بات" اور فرمایا اِنْ تَمْسَسْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا اگر تمکو ملے کچھ بھلائی بری لگے انکو اور اگر تمپر پہونچے برائی تو خوش ہوں اس سے" اور فرمایا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ " انکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف پاؤ نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبان سے اور جو چھپا ہے انکے جی میں سو اس سے زیادہ ہے" اور حسد عداوت کی باعث اس سے کبھی نوبت کشت وخون یا نزاع کی پہونچ جاتی ہے اور تمام عمر نعمت کے دور کرنے کی تدبیریں سوچنے میں گذر جاتی ہے یا ہمیشہ چغلی اور پردہ دری یا اور ایسی ہی باتیں کرتے رہتے ہیں یا حسد اس سبب سے ہوتی ہے کہ حاسد کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر اپنے کسی برابر والے کے پاس نعمت ہوگی تو وہ اسکی جہت سے بڑائی کرنے لگیگا اور اسکو برداشت اسکے کبر وفخر کی نہیں کہ اپنے نفس کی عزت سمجھتا ہے تو یہ دوسرا سبب حسد کا ہے اسکو تعزز کہتے ہیں مثلاً اگر کوئی برابر والا کسی حکومت یا مال یا علم پر حاوی ہو جاوے تو حاسد کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ اس بات سے فخر وتکبر نہ کرنے لگے تو اسکو خود تو تکبر منظور نہیں ہوتا مگر دوسرے کی شیخی کی چونکہ برداشت نہیں اسلئے حسد کرنے لگتا ہے کہ

دوسرا شخص مجھسے زیادہ کیوں ہو یا حسد اسلئے ہوتی ہے کہ دوسرے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اور متوقع اس سے خدمت اور فرمانبرداری کا ہے جب اسکو اتفاقاً نعمت ملتی ہے تو حاسد کو یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ شخص اب میری بات نہ سنے یا برابری کا دم بھرے تو ہماری شیخی کرکری ہو جائیگی یہ تیسرا سبب حسد کا ہے اسکو تکبر کہتے ہیں اور انہی دو سببوں یعنے تکبر اور تعزز کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر کفار حسد کیا کرتے تھے جیساکہ قرآن مجید اسکا شاہد ہے فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ "کیوں نہ اُتارا گیا قرآن کسی بڑے مرد پر اُن دو بستیوں سے" یعنے اگر آپ بڑے آدمی ہوتے تو ہمکو اتباع اور فرمانبرداری شاق نہ ہوتی ایک یتیم لڑکے کے سامنے گردن جھکانا کسطرح ہوسکے اِن نامعقولوں نے قدر اُس دُرِ شاہوار کی نہ جانی اور یہ خیال نہ کیا ؎ دُر اگر یتیم شد بیش بود بہائے او + زانکہ خرد فزوں نہد دُرِ یتیم را بہا + اس طرح قریش کا قول اللہ جلشانہ نقل فرماتا ہے اَهٰٓؤُلَاۤءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ "کیا یہی لوگ ہیں جنپر اللہ نے فضل کیا ہم سب میں سے کیا اللہ کو معلوم نہیں حق ماننے والے" اس قول کو براہ حقارت اور اپنی عزت کے کہتے تھے۔ یا حسد کا سبب تعجب ہے یعنی حاسد جب کسی شخص پر کوئی بڑی نعمت یا بڑا عہدہ دیکھتا ہے تو اُس جیسے آدمی پر اسطرح کا رتبہ کہتے ہوئے تعجب کرتا ہے کہ باوجودیکہ میں بھی اُسی جیسا ہوں مگر اسکو یہ رتبہ ملگیا جیساکہ اللہ تعالی نے پہلی قوم کے حالات میں ارشاد فرمایا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا "تم تو ایسے ہی انسان ہو جیسے ہم" اور فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا "سو بولے کیا ہم مانینگے دو آدمی کو جو ہمارے برابر ہیں" اور وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ

"اور کبھی تم چلے کہے پر ایک آدمی کے اپنے برابر کے تو تم بیشک خراب ہوئے" ان آیات میں انکے تعجب کا مذکور ہے کہ جو شخص ہم ہی جیسا ہے وہ رتبہ رسالت اور وحی اور قرب الی اللہ پر کیسے پہونچگیا اسی بناپر رسولوں سے حسد کی اور چاہا کہ نعمت نبوّت اُن سے جاتی رہے اسلئے کہ یہ خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ جو آدمی ہماری ہی طرح ہے وہ ہمسے بہتر اور افضل ہو جائے اسمیں اسباب حسد میں سے اور کوئی سبب نہ تھا کہ پہلے سے عداوت ہو یا تعزز اور تکبر اور طلب ریاست وغیرہ مقصود ہو بلکہ صرف تعجب کی راہ سے یہ حسد تھی جیسا اور مقولے مشہور ہیں اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَسُوْلًا "کیا اللہ نے بھیجا آدمی پیغام دیکر" اور لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِکَۃُ "کیوں نہ اترے پیغیبر فرشتے" اور اللہ تعالٰے نے خود انکے تعجب کو وا انکشاف فرمایا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ "کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو نصیحت تمہارے رب کیطرف سے ایک مرد کے ہاتھ تمہارے بیچ میں سے" یا حسد کا باعث مقصود کے فوت ہونیکا خوف ہوتا ہے یعنی دوسرے کی نعمت کے باعث اپنا مطلب جاتا رہیگا وہ نعمت کے باعث حاسد کی غرض پوری نہ ہونے دیگا اور یہ قسم حسد کی ایسے مقصود و مطلب پر ہوتی ہے جسکے مدعی دو ہوں پس جب کیکو ان دونوں میں سے کوئی ایسی چیز ملجاوے جس سے کہ مطلب کا ملنا سہل ہو جائے تو دوسرے کو خواہ نخواہ اسپر حسد ہوتی ہے کہ یہ ذریعہ مجکو کیوں نہ ملا اور یہی قسم حسد کی دو سوتوں میں ہوتی ہے کہ مطالب زوجیت کی ہر ایک مدعی ہوتی ہے اور دو بھائیوں میں بھی واقع ہوتی ہے جبکہ ہر ایک کو ماں باپ کے دل میں جگہ کرنی منظور ہو تاکہ انکے نزدیک لائق مقصو ہو کر مال وغیرہ کا مالک ہو جاوے ایسا ہی دو شاگرد ایک اُستاد کے اس حسد میں مبتلا

ہو جاتے ہیں اکثر لڑکے استاد کی آنکھوں میں مرتبہ حاصل کرنا منظور رہو بادشاہی خواص
اور مصاحبوں میں بادشاہ سے مال وجاہ کے حاصل کرنیکے لئے یہی بات ہوتی ہے جو واعظ
کے وعظ سے مال جمع کرتے ہیں اور خلق کے دلوں میں عزیز بننا چاہتے ہیں انکو بھی یہی
نوبت پیش آتی ہے پانچواں سبب ریاست وجاہ کی محبت ہے جیسے اسبات کو چاہنا
کہ جیسا ہمکو کوئی فن آتا ہے ایسا دوسرا نہ نکلے اور کوئی غرض خاص نہ ہو مثلاً کوئی
شخص یہ چاہے کہ کسی فن میں طاق بے نظیر ہو جاوے اور لوگ میری تعریف کیا کریں
موجب اس امر کا اسکو غلبہ ہوگا اور لوگوں سے قول اپنی نسبت سنیگا کہ تم اپنے فن میں یکتا
دہر اور کامل زمانہ ہو آج کوئی تمہارا مقابل نہیں تو ایسا شخص جب کبھی دوسرے زمین پر اپنا
نظیر سنیگا تو اسکو برا معلوم ہوگا اور یہ چاہیگا کہ یا وہ مرجاوے یا اسکے پاس یہ فن نہ رہے
کہ جسکے سبب سے وہ اسکا شریک ہے وہ فن کوئی سا ہو خواہ شجاعت ہو یا علم یا عبادت
یا پیشہ یا جمال یا ثروت وغیرہ غرض اپنے آپ یکتا جاننے کے سبب جو خوشی ہوتی ہے
اسکی محبت سے یہ حسد واقع ہوتی ہے ورنہ اور اسباب حسد یہاں مفقود ہیں نہ پہلو
کی عداوت ہے نہ تکبر اور نہ تعزز نہ تعجب ہے نہ مطلوب کے فوت ہونیکا خوف ہے بلکہ یہی
دعوی یکتائی اور اختصاص ہے کہ نہیں دیکھ سکتا اور یہ محبت جاہ کی اس سے
علاوہ ہے جو بعض علما کیا کرتے ہیں کہ صرف ریاست کے لئے اور کام نکالنے کے
واسطے لوگوں کے دلوں میں گھر کرتے ہیں علماء یہود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پہچاننے اور اتباع کا انکار کرتے تھے انکو یہی خوف تھا کہ جب ہمارا علم منسوخ ہو گیا تو
ہماری ریاست اور بڑائی جاتی رہے جاویگی کوئی ہمارا پیرو نہ ہوگا یا حسد کا سبب اُن
چھیوں اسباب گذشتہ میں سے کچھ بھی نہ ہو صرف خبث نفس اور بخل طبع ہو کہ اللہ تعالی کی نعمت

اُسکے بندوں پر بُری معلوم ہوتی ہے اکثر آدمی ایسے پائے جاتے ہیں کہ انکو ذوق ریاست نہیں ہوتا ہے نہ تکبر اور مال کے نہ خواہاں لاکن جب انکے سامنے کسی آدمی کا ذکر کیا جاوے کہ فلاں شخص پر خدا تعالیٰ نے یہ نعمت عطا کی ہے اُسپر یہ فضل ہوا تو یہ امر بہت شاق گذرتا ہے لیکن اگر لوگوں کی پریشانی اور تنگی اور مقصود کا نہ ملنا اور عیش کا منغّص ہونا ذکر کیا جاتا ہے تو خوش ہوتے ہیں ایسے لوگ ہمیشہ دوسرے کی بدبختی کو چاہتے رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی نعمت بندوں پر دیکھ نہیں سکتے گویا جتنا اوروں کو ملتا ہے وہ سب انکے خزانے سے دیا جاتا ہے ایسے لوگ شحیح ہوتے ہیں یعنے بخیل سے بھی بدتر اسواسطے کہ بخیل تو اسی کو کہتے ہیں جو اپنا مال کسیکو نہ دے اور شحیح اسکو کہتے ہیں کہ دوسرے کے مال میں بخل کرے یہی حال اُن لوگوں کا ہے کہ یہ خواہ مخواہ بدون خفا ناخوش ہوتے ہیں حالانکہ بندوں میں اور انمیں کوئی رابطہ یا عداوت نہیں ہوتی اور اسکا کوئی سبب ظاہری تو معلوم نہیں ہوتا صرف یہی ہے کہ اپنی رذالت اور خباثت نفس سے اس بلا میں مبتلا ہیں سچ ہے

نیش عقرب نہ از پئے کین است ؎ مقتضائے طبیعتش این است

اور اس قسم حسد کا علاج نہایت سخت ہے اسلئے اور اسباب حسد کے عارضی ہیں ان میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر سبب جاتا رہیگا تو حسد بھی جاتی رہیگی اور یہ تو پیدایش کی خباثت ہے اسکا نکلنا بہت دشوار ہے بلکہ قریب محال پس یہ ساتوں سبب حسد کے مفصلاً بیان ہوئے بعض اوقات انمیں سے بعض خواہ اکثر یا سبکے سب ایک ہی شخص میں جمع ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت میں وہ بڑی حسد کرتا ہے اور حسد کو ایک تقویت اور زور ہوجاتا ہے جسکو حاسد چھپا نہیں سکتا

نہ کسی سے بمروت پیش آتا ہے بلکہ محبت اور ملت کو بالائے طاق رکھکر علانیہ عداوت کرتا ہے اور فی زمانناجو حسد پائی جاتی ہے اکثر ہیں ان اسباب میں کچھ سبب اکٹھے ہی ہوتے ہیں ایک سبب تنہا نہیں ہوتا۔

چودھواں بیان اس بات کی وجہ کہ ہمسروں اور برابروں اور بھائیوں اور یگانوں میں زیادہ حسد کیوں ہوتی ہے اور غیروں میں ضعیف اور کم ہونے کا کیا سبب ہے

واضح ہو کہ حسد انہی لوگوں میں ہوتی ہے جنمیں اُن اسباب میں سے کئی کئی اکٹھے ہوگئے ہوں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شخص تعزز کے باعث حسد کرے اور وہی تکبر اور عداوت کی جہت سے حسد کرے اور یہ سبب اُن لوگوں میں زیادہ ہوتے ہیں جنمیں بہت سے روابط اور علاقہ ہوں کہ انکے باعث مجلسوں میں بیٹھکر آپسمیں گفتگو کرتے ہیں اور اپنی اپنی غرضیں بیان کرتے ہیں اُسوقت اگر کوئی شخص اُن میں سے کسیکے مطلب کے خلاف کہتا ہے تو مطلب والا اُس سے متنفر ہوکر بغض و کینہ دل میں رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اسکا بدلہ لوں اور جیسے اُس نے میری غرض میں پائوں اڑا دیا میں بھی اسکی غرض نہ ہونے دوں پھر جہاں ایک سبب حسد کا ہوا سب اسباب ایک دوسرے کے پیچھے اکٹھے ہوتے جاتے ہیں بہرحال حسد پاس بیٹھنے اور غرض کی باتیں کرنے سے پیدا ہوتی ہے اسی لحاظ سے اگر ایک شخص کسی شہر میں رہتا ہو اور دوسرا کسی اور میں انمیں حسد نہیں ہوتی بلکہ اگر دور دور محلوں میں رہتے ہوں تب بھی حسد نہیں ہوتی البتہ جب ایک مجلس میں یا مدرسہ یا مسجد یا بازار میں جمع ہوں اور ایک ہی مطلب کے مدعی ہوں

تب حسد اُٹھتی ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا اسی واسطے عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہے عابد کی
نہیں کرتا سوداگر دوسرے سوداگر سے حسد کرتا ہے موچی موچی سے حسد رکھتا ہے بزاز سے
نہیں رکھتا وجہ یہی ہے کہ دونوں ایک پیشہ میں اکٹھے ہیں اور اسی وجہ سے آدمی اپنے بھائی
اور چچازاد سے بہ نسبت غیروں کے زیادہ حسد کیا کرتا ہے دونوں سونتیں آپسمیں بہ نسبت
ساس نندوں کے زیادہ حاسد ہوتی ہیں۔ غرض جہاں کہیں دو شخصوں کا مطلوب واحد
ہوگا اور اُن میں اجتماع ونشست وبرخاست باہمدگر واقع ہوگی وہاں حسد زیادہ ہوگی
مثلاً فرض کرو کہ ایک بزاز کپڑے کی دوکان کرتا ہے تو خریداروں کی کثرت چاہیگا جسمیں کچھ
فائدہ ہو تو جو شخص اس مطلب میں اسکا حریف ہوگا اسی کے ساتھ حسد کریگا دوسرے سے
کیا مطلب پڑا ہے اب اگر اسکا حریف دوسرا بزاز اُسکے پاس دوکان رکھتا ہو تو دور کے
بزازوں کی نسبت اُس سے زیادہ حسد ہوگی اسیطرح بہادر آدمی دوسرے بہادر کی حسد کرتا
ہے عالم کی نہیں کرتا کیونکہ پہلوان وبہادر کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ جرأت وشجاعت میں
یکتائے زماں مشہور ہو اور یہ صفت دوسرے میں نہ پائی جائے پس اس صفت میں
جو اسکا سہیم ومزاحم ہوگا اسی کی حسد کریگا عالم شخص اس مقصد میں اسکا مخل نہیں کہ اسکی
حسد کی نوبت پہونچے ہاں عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہے اور اُنمیں واعظ آدمی واعظ
کی حسد زیادہ کرتا ہے فقیہ وطبیب کی اتنی نہیں کرتا بہرحال بنا رحسد دشمنی ہوتی ہے
اور دشمنی کی اصل ایک مقصود میں شریک ہونا ہے اور شرکت مقصود دور والے شخصوں میں
معلوم نہیں ہوتی پاس والوں میں پھوٹ ڈالتی ہے اسی واسطے پاس والوں میں حسد زیادہ
ہوتی ہے لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکو تمام جہان میں شہرت اور آوازہ منظور ہو وہ البتہ
دنیا میں جہاں کہیں اپنا مقصود سنیگا اسکی حسد کریگا غرضکہ جتنے اسباب حسد میں سب کا

منشا اگر بنظر غور کیا جائے تو محبت دنیا سے معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ دنیا ہی کی چیزیں ایسی ہیں
کہ سہیموں اور شریکوں کو وافی نہیں ہوتیں اگر ایک کے پاس گئیں دوسرا خالی ہاتھ رہجاتا ہے
مگر آخرت کی چیزوں میں تنگی نہیں اُن میں بہت گنجائیش ہے اور انکی مثال علم کی سی ہے کہ
شرکت کے باعث کم نہیں ہوتا ایک ہی چیز کو لاکھوں آدمی جانتے ہیں بس جو کوئی اللہ کی
معرفت سے محبت رکھتا ہے اور اسکی صفات اور فرشتوں اور انبیاء اور آسمان و زمین کے
ملکوت سے واقف ہے اس واقفیت اور معرفت میں دوسرے کا حاسد نہیں ہوتا کیونکہ
معرفت میں تنگی نہیں کہ ایک عارف کو جو حال معلوم ہو جائے تو دوسرے کو نہ ہو بلکہ ایک
حال کو لاکھوں عارف جانکر خوش ہوتے ہیں اور اس سے مزہ لیتے ہیں ایک کی لذت و خوشی کا
دوسرا حارج نہیں ہوتا بلکہ اجتماع و کثرت سے زیادہ اُنس و لذت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے
کہ علماء دین میں حسد نہیں ہوتی اسلئے کہ انکا مطلب اللہ کی معرفت و قرب الی اللہ ہے
اور وہ دونوں بڑے سمندر ہیں جسکی کچھ انتہا نہیں کیونکہ سب لذتوں اور نعمتوں سے
بڑھ کر دولت دیدار خداوندی ہے جسمیں کسیکو ممانعت اور روک ٹوک نہیں نہ ایک کا
دیکھنا دوسرے کا حارج بلکہ کثرت ناظرین سے کیفیت و لذت دوبالا ہوگی ہاں اگر عالموں کی
غرض علم سے مال و جاہ کا حاصل کرنا ہے تو بیشک حسد پیدا ہوگی کیونکہ مال تو اجسام
میں سے ہے جب ایک کے ہاتھ میں رہتا ہے دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جا سکتا اور
جاہ کے معنے دلوں میں جگہ ہونیکے ہیں جب کسی آدمی کے دل میں ایک عالم کی تعظیم بھر جائیگی
دوسرے کی تعظیم سے پھر جائیگا خواہ کم کریگا یہی وجہ عداوت و حسد کی ہوگی بخلاف معرفت
کے کہ وہ اگر کسی کے دل میں پر ہوگی تو اس بات کی مانع نہیں کہ دوسرے کے دل میں نہ بھرے
اور اسکو لذت حاصل نہ ہو خلاصہ یہ کہ علم اور مال میں یہ فرق ہے کہ مال تو ایسی چیز ہے

جبتک ایک ہاتھ سے نہ نکلیگا دوسرے کو نہ ملیگا اور علم عالم کے دل میں رہتا ہے اور تعلیم
کی جہت سے دوسرے کے پاس بھی جاسکتا ہے علاوہ اسکے مال ایک شئے منتہی ہے
پس اگر بالفرض کوئی شخص تمام روئے زمین کا مالک ہوجائے تو دوسرے کے واسطے کچھ بھی
نہ بچیگا اور علم وہ چیز ہے کہ جسکی کچھ حدو انتہا نہیں وہ سب کا سب ایک شخص میں آجا ہی
نہیں سکتا پس جو شخص اسبات کا عادی ہو کہ خداوند کریم کے جلال و عظمت اور ملکوت
آسمان وزمین میں فکر کیا کرے تو یہ امر اسکو ساری نعمتوں سے لذیذ تر معلوم ہوگا۔
اور اسمیں کسیطرح کی روک ٹوک یا مزاحمت نہ ہوگی اور اسیوجہ سے ایسے شخص کے دل
میں کسی شخص کی حسد نہ ہوگی کیونکہ اگر کوئی اس شخص کی سی معرفت رکھتا ہوگا تو اسکی لذت
میں سے کیا کم ہوگا اسکو تو اور زیادہ حظ اور موانست ہوگی اُن لوگوں کو جو مطالعہ
عجائب ملکوت ہمیشہ رہتا ہے اسکی لذت اُن لوگوں سے بڑھ کر ہوتی ہے جو چشم ظاہری
سے جنت کے درخت اور باغوں کی سیر کرینگے اور مزے لوٹیں گے اسلئے کہ عارف کی جنت
صرف اُسکی صفت ذاتی ہے جسکو معرفت کہتے ہیں یہ جنت کبھی فنا نہیں ہوتی اور عارف
ہمیشہ اُسکے ثمرات سے بہرہ ور رہتا ہے اسکی روح و قلب کی غذا علم کے ثمرات سے ہوتی ہے
اور یہ وہ میوہ ہے جسکی شان میں لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ "نہ ٹوٹا اور نہ روکا" اور
قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ "جسکے میوے جھک رہے ہیں" خداتعالیٰ فرماتا ہے اگر عارف آنکھیں
بند کرلیتا ہے تو روح سے جنت عالیہ کی سیر و تماشا کرتا ہے اب اگر عارفین کی مثلاً
کثرت ہو تو آپسمیں حاسد نہ ہونگے بلکہ انکا حال یہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ "اور نکال ڈالی ہم نے
جو اُنکے دلوں میں تھی خفگی بھائی ہوگئے تختوں پر بیٹھے سامنے"۔ اور یہ حال تو انکا جبھی تک ہے

جبتک دنیا میں رہیں اس سے خیال کرنا چاہیئے کہ جب قیامت میں پردہ اُٹھا لیا جائیگا اور مشاہدہ محبوب کا کرینگے تو وہاں کیا حال ہوگا۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ جنت میں ایک دوسرے کی حسد نہ ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اہل جنت دنیا میں ہیں انہیں بھی آپسمیں حسد نہیں ہوتی کیونکہ جنت بھی ایک غیر منتہی چیز ہے اُسمیں کچھ تنگی اور مزاحمت نہیں اور وہ جبھی ملتی ہے جب دنیا میں معرفت ایزدی حاصل ہو اور چونکہ معرفت میں کسیطرح کی مزاحمت نہیں اسی جہت سے جنت والوں میں بھی حسد نہ دنیا میں ہوگی نہ آخرت میں بلکہ حسد تو وہ بلا ہے کہ اُسکے باعث اعلی علیین سے آدمی اسفل السافلین میں پہونچ جاتا ہے دیکھو شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کی کہ انکو ایسا رُتبہ کیوں ملا اور اسی وجہ سے سرکش و نافرمان ہوکر سجدہ نہ کیا تو کہاں سے کہاں پہونچا اور حاسد کہلایا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حسد جبھی ہوتی ہے جب ایسے مقصود پر نوار دہو کہ جو سب کو وافی نہ ہوتا ہو اور جو چیز ایسی نہ ہوگی اُسمیں حسد بھی نہ ہوگی مثلاً ستاروں کی زینت دیکھنے میں کوئی کسیکا حاسد نہیں ہوتا کہ وہ ایک وسیع چیز ہے البتہ باغوں کی سیر میں حسد ہوتی ہے کہ یہ زمین کے ایک جزوی حصہ میں ہوتی ہے اور اگر تمام روئے زمین کو آسمان کے مقابلہ میں دیکھو تو کچھ بھی نہیں اس صورت میں جو شخص دانا ہو اور اپنے نفس کی خیر چاہے اسکو چاہیئے کہ ایسی ہی نعمت کا طالب ہو کہ جسمیں زحمت نہ ہو اور ایسی لذت کا جویاں رہے جو کبھی فنا نہ ہو اور یہ بات دنیا میں سوا معرفت الٰہی اور اسکی صفات و افعال کے اور کسی چیز میں نہیں پائی جاتی اور آخرت میں بھی یہی بکار آمد ہوگی پس اگر آدمی کو شوق معرفت نہ ہو اور نہ اسمیں مزہ ملے اور عقل بھی قاصر ہو اور رغبت کم تو ایسا شخص معذور ہے۔ مثلاً نامرد آدمی کو شوق جماع نہیں ہوسکتا لڑکا سلطنت کی لذت نہیں جان سکتا اسلئے کہ یہ لذات

مردوں سے مخصوص ہیں نامرد و لڑکے اسکو کیا جانیں ے جو ہر نہو وے جسمیں جوہر شناس کب ہے
جو صاحب ہنر ہو وہی ہنر کو پرکھے +۔ اسی طرح کی لذت معرفت کے لئے بھی وہ لوگ مخصوص
ہیں جنکے حقمیں قرآن مجید میں ارشاد ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ "نہیں غافل ہوتے
سودا کرنے میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے" انکے سوا اور لوگ اس لذت سے محروم ہیں۔
اسلئے کہ اشتیاق معرفت کا بعد ذوق کے ہوا کرتا ہے جسکو ذوق اور مزہ نہ ہوگا وہ معرفت
کو کیا جانیگا اور جو معرفت کو نہ جانیگا وہ مشتاق بھی نہ ہوگا اور بدوں اشتیاق طالب ہونا
اور بدوں طلب مقصود تک پہونچنا دشوار ہے اور بغیر مقصود تک پہونچنے سراسر
محرومی اور اسفل السافلین میں رہنا ہوگا۔ وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ
لَهٗ قَرِيْنٌ "اور جو کوئی آنکھیں چراوے رحمٰن کی یاد سے ہم اسپر تعین کرتے ہیں ایک شیطان
پھر وہ رہے اسکا ساتھی"۔

پندرھواں بیان اُس دوا کا جس سے حسد کا مرض جاتا ہے

جاننا چاہئے کہ حسد دل کے بڑے مرضوں میں سے ہے اور امراض دلی کا علاج علم و عمل
سے ہوا کرتا ہے حسد کی روگ کو جو علم مفید ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اسبات کو یقیناً جان لے
کہ حسد دنیا و آخرت میں سراسر اسکو مضر ہے اور جس سے حسد کرتا ہے اسکا دین دنیا میں کچھ
بھی ضرر نہیں بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے جب یہ بات اچھی طرح جان لیگا اور اپنے نفس کا
دشمن اور دشمن کا خیرخواہ نہ ہوگا تو بالضرور حسد چھوڑ دیگا حسد کے باعث جو حاسد کو
دین میں ضرر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حسد کے سبب حکم خدا سے راضی نہیں ہوتا اور
جس نعمت کو اس نے اپنے بندوں پر تقسیم فرمایا ہے اور اپنے عدل و حکمت سے کارخانے
جاری کئے ہیں انکو برا جانتا ہے پس اس سے بڑھ کر دین میں اور کونسا گناہ ہوگا کہ خدا کی

تقدیر پر راضی نہ ہوا اور اسپر طرّہ یہ ہے کہ ایک مرد مسلمان سے کینہ کے باعث بدخیرخواہی
پیش نہ آیا اولیا و انبیا کہ اللہ کے بندوں کی خیر چاہتے ہیں انکے زمرہ سے علیحدہ ہوا اور
ابلیس اور کافر جو مومنین کا بُرا چاہتے ہیں انکے گروہ میں داخل ہوا یہ سب باتیں دل کی
اُن خیانتوں میں سے ہیں کہ اسکی نیکیوں کو ایسا کھاجاتی ہیں جیسے آگ لکڑی کو اور ایسا
نشان مٹا دیتی ہیں جیسے رات دن کا نشان کھو دیتی ہے اور دنیا میں حاسد کا ضرر یہ ہے
کہ ہمیشہ رنج و عذاب و غم و الم میں رہتا ہے اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ اُسکے دشمنوں کو نعمتیں دیتا
رہتا ہے اور وہ جلتا رہتا ہے جتنی اُن سے مصیبتیں ٹلتی ہیں اتنا ہی اسکو پریشان خاطر
اور تنگی سینہ ہوتی ہے اور مغموم اور محروم بنا پھرتا ہے جو بات کہ یہ اپنے دشمنوں کے لیئے
چاہتا تھا یا اسکے دشمن اُسکے لیئے چاہتے تھے اسمیں خود مبتلا رہتا ہے اسکی تو تمنا یہی تھی
کہ دشمنوں کو رنج پہونچے مگر خود دامِ رنج و غم میں پھنس گیا اور جس سے حسد کی اُسکی نعمت
بھی حسد سے نہ گئی اگر بالفرض آدمی کو قیامت اور حساب کتاب پر بھی ایمان نہ ہوتا تاہم
مقتضائے ہوشیاری عاقل کے لیئے یہی ہے کہ حسد سے بچے جسمیں خود اپنی جان کو
رنج ہی رنج ہوا اور کچھ فائدہ نہ ہوا اور اگر عذاب آخرت کو بھی جانتا ہو تب تو بطریق اولےٰ
بچنا چاہیئے عاقل شخص سے بہت عجیب ہے کہ بیفائدہ غضب الٰہی کا اپنے آپ کو ہدف
کرے اور اپنے دین و دنیا تباہ کرے اور انواع رنج و محن کا متحمل ہو اور حاصل حصول
کچھ بھی نہ ہو اور جس شخص کی حسد کرتا ہے اسکو دین و دنیا میں حسد کے باعث ضرر کا
نہ پہونچنا صاف ظاہر ہے اسلیئے کہ حسد کے باعث اسکی نعمت دور نہیں ہوتی بلکہ
جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی کے لیئے اقبال و نعمت مقدر کیا ہے وہ وقت مقررہ تک بیشک
رہیگا اسکے دفع کا کوئی حیلہ نہیں کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ "ہر چیز کو ہے اُسکے پاس گنتی" اور

لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ "ہر وعدہ ہے لکھا ہوا" خود فرماتا ہے اسی بناپر جب ایک پیغمبر نے
انبیا سے جناب باری میں ایک عورت کی شکایت کی جو خلق پر حاکم ہوکر ظلم کیا کرتی تھی
تو ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہم نے ازل میں مقدر کردیا ہے اسکی تبدیلی کی کوئی صورت نہیں
جتنا اقبال و عہد اسکا لکھا گیا وہ ضرور ہوگا تمکو اگر برا معلوم ہوا سکے سامنے سے ٹلجاؤ۔
غرض جب نعمت کا زوال حسد سے نہیں ہوتا تو محسود کو دنیا میں کیا ضرر ہے اور آخرت
میں کونسا گناہ اور اگر یہ گمان ہو کہ شاید حسد کے باعث نعمت اُسکے پاس سے جاتی
رہے تو اسمیں اپنے نفس کا دشمن ہوتا ہے کیونکہ آخر کوئی حاسد کا بھی دشمن ہوگا جو اسپر
حسد کرتا ہو تو اگر حسد ہی سے نعمت جاتی رہا کرے تو دنیا میں کوئی بھی ایسا نہ رہے جسکے
پاس خدا تعالیٰ کی نعمت ہو بلکہ نعمت ایمان سے بھی کوئی بہرہ ور نہ ہو کیونکہ کافر تو مسلمانوں
کی حسد ایمان ہی پر کیا کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ
لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ "دل چاہتا ہے
بہت کتاب والوں کا کسی طرح تمکو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر کردیں حسد کر کر
اپنے اندر سے"۔ پس جسکو یہ تمنا ہو کہ میرے حسد کے باعث دوسرے کی نعمت جاتی
رہے وہ گویا یہ چاہتا ہے کہ مجھ سے کفار کی حسد کے باعث نعمت ایمان سلب ہو جاوے
اسی طرح اور نعمتوں کو قیاس کرنا چاہیئے اور اگر حاسد یہ جانتا ہو کہ میرے حسد سے تو
اوروں کی نعمت جاتی رہیگی مگر اوروں کے حسد سے میری نعمت نہ جاویگی تو یہ نہایت جہالت
و بیوقوفی ہے ہر ایک حاسد احمق یہی چاہا کرتا ہے کہ نعمت خاص میرے ہی لئے رہے
لیکن کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی نہیں ہوتی کہ دوسرے کے پاس سے کیوں اُسکے
پاس آجاوے بس یہ انعام خداوندی کہ حسد کے باعث نعمت کو زوال نہیں قابل شکر گذاری

کے ہے جسکو جاہل بُرا جانتے ہیں اور محسود کا فائدہ دین و دنیا میں بھی ظاہر ہے دین میں تو اسلئے کہ اسپر حاسد نے ظلم و زیادتی کی خصوص ایسے حال میں کہ حسد کا اثر حاسد کے اقوال و افعال میں ہوا ہو اور محسود کی غیبت و طعن و ہتک و بدگوئی پر آمادہ کیا ہو اُن باتوں سے حاسد کے حسنات محسود کو ملیں گے اور قیامت کو نعمت آخرت سے ننگا ننگا رہجاویگا جیسا دنیا کی نعمت سے مفلس و محروم رہا تو محسود کو یہ فائدہ ہوا کہ نعمت دنیاوی پر نعمت اخروی بڑھ بڑھ کر ملی کہ نیکیاں ہوئیں کسی سے اور اسکو مفت ملیں اور حاسد کی جان کو شقاوت پر شقاوت ہوئی کہ دنیا میں حسد کے مارے جلتا رہا اور آخرت میں کیا کرایا دوسرے کو دیا گیا اور محسود کا نفع دنیا میں یہ ہے کہ ہر کوئی یہ چاہا کرتا ہے کہ میرے دشمنوں کو شقاوت اور بُرائی پہونچے اور ہمیشہ رنج و تکلیف میں رہیں سو یہ بات محسود کی دشمنی یعنے حاسد کو موجود ہے کوئی رنج و دکھ حسد کے رنج سے بڑھکر نہیں غایت تمنا دشمنوں کی یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ چین کریں اور اُنکے حاسد حسرت و غم میں مبتلا رہیں پس حاسد انکی غرض و تمنا کے بموجب ہی رہتا ہے کہ وہ مزے لوٹتے ہیں اور یہ چھاتی کوٹتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ دشمن اپنے حاسد کی موت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ حاسد کی عمر زیادہ ہو تا کہ حسد کی آگ میں مدام جلتا رہے وہ اپنی نعمت کی اتنی خوشی نہیں کرتا جتنی حاسد کے رنج سے خوشی ہوتی ہے اگر اسکو معلوم ہو جائے کہ حاسد کو رنج حسد سے نجات ہوگئی تو اسپر گویا مصیبت لوٹ پڑی اب اگر ان باتوں کو حاسد تامل کرے تو جان لے کہ میں قطعی اپنے نفس کا دشمن ہوں اور دشمن کا خیر خواہ اسلئے کہ ایسی بات کی جسمیں اپنا سراسر ضرر دنیا و آخرت میں ہوا اور دشمن کا نفع دونوں جہان میں ہوا اور خالق و مخلوق

سامنے بُرا ٹھہرا اور حال و مآل میں بدبخت ہوا اور محسود کی نعمت جوں کی توں بنی رہی پھر اُسی پر بس نہیں کی کہ دشمن کا کام بنگیا بلکہ ایک اور زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ جو سب سے زیادہ دشمن ہے یعنی ابلیس اسکو بھی نہایت شادمانی ہوئی اسلئے کہ شیطان جب کسی شخص کو علم اور ورع اور جاہ اور مال کی نعمت سے مشرف پاتا ہے اور دوسرے کو محروم تو ڈرتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دوسرا شخص اس سے محبت کرنے لگے اور اسکو بھی اتنا ہی ثواب ملے اسلئے اسکے دل میں بغض ڈالدیتا ہے کہ محبت کے ثواب سے محروم رہے جیسا کہ عمل کے ثواب سے محروم رہا ہے اخبار سے ثابت ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی بہتری چاہے اُسمیں وہ بھی شریک رہتا ہے چنانچہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ انکے پلہ کا نہیں آپنے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "آدمی اُسکو ساتھ ہے جسکو چاہے" (بخاری مسلم بروایت ابن مسعود) اور ایک روز اثنار خطبہ میں ایک اعرابی آپکے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی آپنے پوچھا کہ تو نے اسکا کیا سامان کیا ہے اُس نے عرض کیا کہ مینے اُسکے لئے کچھ بہت سی نمازیں یا روزے تو نہیں جمع کئے لیکن اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کریم سے محبت رکھتا ہوں آپنے ارشاد فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ "تو اسکے ساتھ ہے جسکو تو دوست جانتا ہے" (بخاری مسلم بروایت انس رض) حضرت انس رض راوی حدیث فرماتے ہیں کہ جیسی خوشی مسلمانوں کو اُس روز ہوئی ویسی کبھی نہ ہوئی تھی یعنی اس جہت سے کہ اکثر انکا اعتماد اللہ و رسول ص کی محبت پر تھا۔ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چوں تو پشتیباں + چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیباں + حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ ہم رسول کریم ص اور ابوبکر رض و عمر رض سے محبت رکھتے ہیں گو انکے سے عمل نہیں کرتے اسی محبت کے باعث خدا سے توقع ہے کہ ہم انکے ساتھ ہی ہونگے اور حضرت ابو موسیٰ رض فرماتے ہیں کہ مینے آنحضرت کی خدمت میں

عرض کیا کہ فلاں شخص خود تو نماز روزہ ادا نہیں کرتا مگر نمازیوں اور روزہ داروں سے محبت رکھتا ہے آپ نے فرمایا هُوَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "وہ اسکے ساتھ ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔"
(بخاری و مسلم بالفاظ دیگر مختصراً)
اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ بات پہلے سے مشہور ہے کہ اگر آدمی سے ہوسکے تو عالم ہو عالم نہ ہوسکے تو متعلم ہو متعلم بھی نہ ہوسکے تو اُن سے محبت ہی رکھے اور اگر محبت بھی نہ رکھ سکے تو بغض ہی نہ کرے آپ نے فرمایا سبحان اللہ خداوند کریم نے بڑی راہ نکال دی ہے اب تامل کرنا چاہیئے کہ ابلیس نے بباعث حسد کسطرح محبت کے ثواب سے محروم رکھا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ دوسرے کا بغض بھی دل میں ڈالکر اُسکو نظروں میں بُرا کر دیا یہانتک کہ گنہگار ٹھہرایا اور حاسد کے گناہ میں کیا شک ہو مثلاً اگر کسی عالم سے حسد کرے اور یہ چاہے کہ کسیطرح اس سے دین میں بھول ہو جائے اور اسکی چوک ظاہر ہوکر رسوا ہووے یا بولنے میں بند ہو جاوے یا بیمار پڑکر درس و تدریس سے باز رہے تو اس سے بڑھکر اور کونسا گناہ ہوگا ہاں اگر آدمی عالم کے درجہ کو نہ پہونچے اور اسوجہ سے غمگین ہو تو گناہ اور عذاب اخروی سے محفوظ رہیگا حدیث شریف میں ہے کہ جنت کے لوگ تین قسم ہیں اَلْمُحْسِنُ وَالْمُحِبُّ لَهٗ وَالْكَافُّ عَنْهُ "اول احسان کرنیوالا دوم اُس سے محبت رکھنے والا سوم اسکیطرف سے روکنے والا یعنی مصاحب کو۔"
یعنی تیسری قسم وہ لوگ ہیں کہ جو محسن سے ایذا دور کریں ایذا سے غرض ایذا جسمانی اور حسد اور بغض اور کرامت وغیرہ ہیں لیکن مثال مذکورہ بالا میں شیطان نے حاسد کو تینوں قسموں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا تو حاسد کے حسد نے تو دشمن پر کچھ بھی اثر نہ کیا مگر شیطان کی حسد اسکو نفس پر کام کر گئی یہانتک کہ خواب یا بیداری میں حاسد کا حال اسپر منکشف ہو جائے تو یوں معلوم ہوگا کہ اپنے دشمن کیطرف تیر پھینک رہا ہے کہ اسکو قتل کرے لیکن اول تیر جو مارا تو دشمن کے نہ لگا بلکہ اسی کی دہنی آنکھ میں ٹوٹ کر آلگا پھر غصہ ہوکر دوسرا جو مارا وہ بھی اُچٹ کر اسکی بائیں آنکھ میں لگا

پھر اور جھنجھلا کر تیسرا تیر مارا وہ بھی ہٹ کر اُسی کے سر میں آلگا اسی طرح بار بار۔ یہ اسکو تاک تاک مارتا ہے مگر ہر دفعہ اسی کے پھر کر لگتا ہے وہ بہر حال سالم و محفوظ رہتا ہے اور اسکے حرکات پر ہنستا ہو اور تالیاں بجاتا ہے تو محسود اور شیطان حاسد کا اسی طرح تمسخر کرتے ہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو حاسد کا حال تیر انداز کی نسبت زیادہ بُرا ہے کیونکہ تیر سے صرف نقصان آنکھوں کا یا اعضاء ظاہری کا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اُسوقت نہ جاتے تو مرنیکے بعد فنا ہو جاتے اور حاسد کے اوپر گناہوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے کہ مرنیکے بعد بھی اسکا رنج ساتھ رہیگا اور کیا عجب ہو کہ غضب خداوندی دوزخ میں پہونچا دے پس دنیا میں اندھا ہو کر رہنا اسبات سے بہتر ہو کہ آنکھو نکلے ہوتے دوزخ میں جاوے اور انکو آتش دوزخ دکھاوے اسبات کو خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حاسد سے کیا بدلہ لیا یہ یوں چاہتا تھا کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے خدا نے اُسکے پاس سے تو نہ کھوئی اسی کے پاس سے کھودی یعنی گناہ سے بچا رہنا اور غم والم سے سلامت رہنا بڑی نعمت تھی حاسد کو اُن سے محروم کر دیا چنانچہ خود فرماتا ہے لَا یَحِیقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ" اور برائی کا داؤ الٹیگا اسکے داؤ والوں پر" اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس بات کی تمنا دشمن کے لئے کرتا ہے خود اسمیں مبتلا ہوتا ہے بلکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کی برائی چاہے خود اسمیں مبتلا نہ ہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو چیز میں نے کبھی حضرت عثمانؓ کے واسطے تمنا کی وہ مجھپر پڑی یہانتک کہ اگر میں اُنکے قتل کی تمنا کرتی تو خود مقتول ہوتی یہ تو حال صرف حسد کے گناہ کا ہے اس سے اُن چیزوں کو خیال کرنا چاہیئے جو حسد کے باعث پیدا ہوتی ہیں یعنے اختلاف اور انکار حق اور دست و زبان کا فواحش پر چلنا اور دل کے پھپھولے پھوڑنے وغیرہ غرضکہ یہ وہ مرض ہے جس سے پہلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ یہانتک علاج علمی تھا پس جب آدمی ذہن صاف اور حضور قلب سے اسکو سوچیگا حسد کی

آگ نہ دل میں فرو ہو جائیگی اور جانیگا کہ یہ بلا میرے نفس کی مہلک ہے اور میری دشمنوں کے خوش کرنیوالی اور پروردگار عالم کی ناخوش کرنیوالی اور عیش کی مکدر کرنیوالی اب علاج عملی کو سننا چاہئے کہ جس کام کو حسد مقتضی ہو اُسکے خلاف عمل کرے خواہ قول ہو یا فعل مثلاً اگر حسد اس بات کو چاہے کہ محسود کی بُرائی بیان کیجے تو اپنی زبان سے بزور اسکی مدح و ثنا کرے اور اگر حسد کے بارے تکبر کو جی چاہے تو بتکلف اُس سے تواضع اور عذر پیش آوے اور اگر حسد مقتضی اسکے نہ دینے کی ہو تو جتنا پہلے دیتا تھا اس سے زیادہ دینے کی عادت کرے جب یہ باتیں کوشش اور اجتہاد سے کریگا اور محسود کو معلوم ہو جائیگا تو وہ راضی ہو جائیگا اور محبت کرنے لگیگا اور جب اسکیطرف سے محبت ہوگی تو حاسد کو بھی خواہ نخواہ محبت پیدا ہوگی اور آپسکے اتفاق سے بالکل مادہ حسد کا منقطع ہو جائیگا اسلئے تواضع اور مدح و ثنا اور نعمت پر اظہار سرور سے نعمت والیکا دل کھچ آتا ہے اور غلام بنجاتا ہے اور یہ مہربانی پیش آتا ہے اور اُنکے عوض میں سلوک کرنا چاہتا ہے جب اُسکیطرف سے سلوک ہوتا ہے تو دوسری طرف سے بھی انسان بندۂ احسان کا مضمون پیش ہو کر جو باتیں بتکلف سرزد ہوتی تھیں اب طبعاً ہونے لگتی ہیں اور اس باب میں شیطان حاسد کو یہ دھوکا دیتا ہے کہ اگر تو تواضع اور ثنا کریگا تو محسود کی نظروں میں عاجز یا ذلیل یا خوفناک یا منافق ٹھہریگا تو آدمی کو چاہئیے کہ اس فریب میں نہ آئے بلکہ یوں جانے کہ خوش معاملگی خواہ تکلفاً ہو یا طبعاً عداوت طرفین کو فرو کر دیتی ہے اور حسد کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں دل الفت و محبت کیطرف رجوع کرتا ہے اور رنج و عذاب حسد سے اور بغض کے دکھ سے راحت پاتا ہے یہ علاج حسد کا ہے اور نہایت مفید ہے اسلئے کہ شدت سے تلخ ہے اور

ع کہ داروئے تلخست دفع مرض ۔ خود مشہور ہے پس جو شخص تلخی دوا پر صبر نہ کریگا وہ شیرینی شفا بھی نہ چکھیگا اس دوا کی تلخی جبھی آسان معلوم ہوتی ہے جب آدمی اُن باتوں کو سوچ جو اوپر ذکر ہو چکیں

اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر بزور راضی رہے اور ثواب رضا کا طالب اور اپنے آپ کو وہی منظور ہو جو خدا کو منظور رہو اپنے نفس سے یہ بات نکال دے کہ کوئی چیز میری مرضی کے خلاف نہو کیونکہ اگر یہ بات دل میں جمی رہیگی تو گویا اَنْ ہونت بات کا خواہان ہوگا اسلئے کہ اس امر کی طمع کرنی کہ سب کام میرے حسب مراد ہوں سراسر فضول ہے اور چونکہ مراد کا نہ ملنا بھی ایک طرح کی ذلت اور خست ہے اور اس ذلت سے بچاؤ کی صورت دو ہی طرح پر ہے یا تو سب کام مرضی کے موافق ہوں یا جو کچھ ہو جائے اسپر راضی ہو امر اول اپنے اختیار میں نہیں نہ تکلف اور مجاہدہ میں کارآمد اسلئے دوسری بات مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے ہر ایک عاقل کو اسکا حاصل کرنا واجب ہے یہ علاج بطور اجمال بیان ہوا اور مفصل علاج جس سے اسباب حسد کی بیخکنی ہو یعنی کبر اور عزت نفس اور امور بیہودہ پر اصرار بیجا وغیرہ انکی تفصیل اور ہر ایک سبب کا علاج اپنے اپنے موقع پر مذکور ہے کیونکہ اس مرض کا مادّہ یہی اسباب ہیں اور روگ بدوں قطع سواد کے نہیں جاتا پس جو شخص اُن علاجوں کو دستور العمل بنائیگا تو اور کچھ نہیں تو اسقدر تو ضرور ہوگا کہ دل میں تسکین اور ٹھنڈک ہو جائے اور مواد رہتے ہوئے تسکین حاصل ہونی باوجود سخت محنت کے بھی دشوار ہے مثلاً فرض کرو کہ کوئی شخص محبت جاہ رکھتا ہے جو اسباب حسد میں سے ہے تو ضرور اپنے حریف پر حسد کریگا اور اسکی نسبت لوگوں کے دلوں میں زیادہ جگہ کرنی چاہیگا اور اگر وہ زیادہ تر مقبول ہوگا تو اسکو البتہ رنج ہوگا غایت یہ کہ اپنے ہاتھ و زبان سے اس غم کا اظہار نہ کرے اور پی جائے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ محبت جاہ بھی باقی ہو اور حسد نہ رہے۔

سولھواں بیان اس مقدار حسد کا جسکا دل سے دور کرنا واجب ہے

جاننا چاہیئے کہ ایذا دہندہ کے اوپر آدمی کو طبعاً غصہ آتا ہے مثلاً اگر کوئی تمکو ایذا دے تو

تمسے یہ نہ ہوسکیگا کہ اس سے بغض نہ رکھو یا اسپر کوئی نعمت آجائے تو برا نہ جانو اور نیکی و بدی میں اسکا حال اپنے نزدیک برابر سمجھو بلکہ دونوں حالوں میں ہمیشہ فرق معلوم ہوگا اور شیطان بھی علی الدوام حسد کی طرف کھینچتا رہیگا لیکن اگر اسکا جذبہ غالب پڑجائیگا حتیٰ کہ ظہور حسد تمہارے قول و فعل اختیاری میں ہونے لگے تو تم حاسد اور گنہگار ٹھہروگے اور اگر اپنے ظاہر کو بالکل ایسے امور سے روکے رکھوگے مگر باطن میں خواہان اسبات کے ہوگے کہ نعمت اسکی جاتی رہے اور اسبات کو برا نہ جانتے ہوگے تب بھی حاسد اور عاصی ہوگے اسلئے کہ حسد قلب کی صفت ہے صفت فعل نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا اور نہیں پاتے اپنے دل میں غرض اس چیز سے جو انکو ملی۔ اور فرمایا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جیسے وہ ہوئے پھر سب برابر ہوجاؤ" اور فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ" اگر ملے تمکو کچھ بھلائی بری لگے انکو" اور فعل جو حسد سے سرزد ہوتے ہیں مثل غیبت اور جھوٹ وغیرہ کے وہ عین حسد نہیں ہیں بلکہ محل حسد کا قلب ہی ہے اعضاء ظاہری اسکے محل نہیں ہاں اتنا فرق ہے کہ اس قسم حسد میں جو اقوال و افعال ظاہری میں نہ آوے اور دل ہی میں رہے کوئی حق عبد نہیں ہے کہ اسکا معاف کرانا واجب ہو بلکہ خدا کے نزدیک گنہگار ٹھہرتا ہے اور معاف کرنا وہاں واجب ہوتا ہے جہاں اسباب کا ظہور اعضاء ظاہری پر ہوا ب اگر با وجود اعضاء ظاہری کے روکنے کے اپنے نفس کی اس حالت کو بھی برا سمجھو کہ دوسرے کی نعمت کا زائل ہونا کیوں پسند کرتا ہے یہانتک کہ گویا نفس پر اسوجہ سے غصہ کرو تو یہ برا سمجھنا عقل کی جانب سے ہوگا یعنی طبیعت کیطرف سے جو خواہش زوال نعمت پائی جائیگی اسکو برا جاننا عقل کیطرف سے ہوگا اسصورت میں جو امر تمپر واجب تھا وہ کرگذرے مگر اس سے زیادہ اور کچھ اختیار میں نہیں ہوتا اور اسطرح پر طبیعت کا بدل دینا کہ

اُسکے نزدیک موذی اور مُحسن ایک سے ہو جائیں اور خواہ اُنپر خوشی آوے یا مصیبت ٹوٹ پڑے اسکا یکساں حال رہے یہ امر طاقت طبعی سے باہر ہے بشرطیکہ آدمی دنیا کی لذات میں پھنسا رہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی محبت میں ڈوبا رہیگا اور شراب عشق حقیقی سے متوالا بنیگا تو ایسا حال ہوجائیگا کہ بندوں کے جُدے جُدے احوال کیطرف توجہ نہ رہیگی سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھیگا یعنی سب پر نظر رحمت ہی کریگا اور سب کو مخلوق خدا اور انکو افعال کو افعال خدا سمجھیگا اور کل مخلوق کو مسخر حکم الٰہی جانیگا اور یہ حال اگر کسیکو میسر بھی ہو تو دائمی نہیں بجلی کی چمک کیطرح آناً فاناً گذر جاتا ہے پھر قلب اپنی حالت طبعی کیطرف آجاتا ہے اور دشمن جانی شیطان لعین پھر وہی وسوسہ ڈالنا شروع کرتا ہے بس اگر اس مردود کے مقابلہ میں بزور عقل اسکی بات کو بُرا جانیگا تو جو امر اسکے ذمہ واجب ہے اسکو ادا کر چکا اور بعضوں کا قول ہے کہ جبتک حسد کا ظہور اعضاء ظاہری میں نہ ہو تب تک گناہ نہیں ہوتا اسلئے کہ حضرت حسنؓ سے کسی نے حسد کو پوچھا تو آپنے فرمایا کہ اسکو پوشیدہ رکھنا چاہیئے اس سے کچھ ضرر نہیں ہونیکا جبتک کہ ظاہر نہ کروگے اور بعضونے اس روایت کو ان سے موقوف اور مرفوع بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلَاثَۃٌ لَا یَخْلُوْ مِنْھُنَّ مُؤْمِنٌ وَلَہٗ مِنْھُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُہٗ مِنَ الْحَسَدِ اَنْ لَّا یَبْغِیْ یعنی تین باتیں ایسی ہیں کہ مومن اُنسے خالی نہیں ہوتا اور ہے اسکو لئے اُنسے نکال کی صورت پس حسد سے نکلنے کی صورت یہ ہے کہ خواہش نہ کرے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد وہی لیجائے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں یعنی دین اور عقل کی جانب سے بمقابلہ محبت طبعی حسد باطنی کی بُرائی بھی دل میں ہو اور اسی بُرائی کی جہت سے بغی اور ایذا سے باز رہے کیونکہ جتنی حدیثیں کہ حسد کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں بظاہر اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سب قسم کے حاسد گنہگار ہیں علاوہ اسکے حسد صفت قلب کا نام ہے نہ افعال کا اس سے صاف

ظاہر ہے کہ جو مسلمان کی برائی چاہے وہ بالضرور حاسد ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر آدمی صرف دل سے حسد کرے اور ظاہر میں اسکا اثر نہ ہو تو اسطرح کے حسد کے گناہ ہونے میں اختلاف ہے الّا ظاہر آیات و احادیث سے وہی معلوم ہوتا ہے جو ہم لکھ چکے ہیں اور بعضوں کی جہت سے بھی کچھ ایسا ہی سمجھا جاتا ہے اسلئے کہ بہت بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی کا دل سے خواہاں ہو اور اس خواہش کو برا بھی نہ جانے اور پھر معاف کر دیا جائے۔ اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ آدمی کو دشمن کے ساتھ تین حال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ بحسب مقتضائے طبع اسکی بُرائی چاہے مگر اس برائی چاہنے کو عقل سے بُرا سمجھے اور اپنے نفس پر غصہ کرے اور اسبات کا کوئی بہانہ ڈھونڈھے جس سے یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو یہ قسم حسد کی قطعًا معاف ہے اسلئے کہ آدمی کے اختیار میں اس سے زیادہ کچھ نہیں دوسرے یہ کہ دل میں اسکی نعمت کے زائل ہونیکی محبّت ہو اور اسکی بُرائی سے خوشی ظاہر کرے خواہ زبان سے یا اَور اعضا سے تو یہ حسد یقینًا ممنوع ہے۔ تیسرے یہ کہ حسد صرف دل سے کرے اور اُسکو بُرا نہ سمجھے اور نہ اپنے نفس پر اسوجہ سے غصہ کرے الّا اعضاء ظاہری پر حسد کا ظہور کچھ نہ ہو اور مقتضائے حسد سے کوئی فعل اختیاری نہ کرے تو اس قسم میں اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس قسم میں بقدر قوت و ضعف محبت زوال نعمت کے گناہ ہوگا۔

(واللہ اعلم) وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ؕ

تمّت بالخیر

صدقہ جاریہ

صدقہ جاریہ کی جو فضیلت ہے وہ محتاج بیان نہیں جیسے چاہ۔ مسجد۔ سرائے۔ پُل
کتب دینی کا شایع کرنا اسمیں کلام نہیں کہ جو دائمی فائدہ کتاب کی اشاعت سے
ہوتا ہے دوسرے کسی طریق سے کم ہوتا ہے اگر ایک اچھی دینی کتاب کی اشاعت
کی جاوے اُس کا فائدہ پُشت در پُشت اسی اشاعت کی بدولت پہونچتا رہتا ہے
بزرگان سلف کی نایاب تصانیف صدہا سال کے بعد اب تک اپنے فیوضات سے
مشتاقان علم کو بہرہ ور کرتی ہیں لہذا ہم نے یہ تجویز کی ہے کہ جہانتک ہو سکے ایسی
نایاب کتابیں صحیح کر کے عمدہ خط کیساتھ صفائی سے طبع کرائی جاویں یا بڑی بڑی ضخیم کتابوں
سے مختصر حصے انتخاب کر کے طبع کرائے جاویں تاکہ عوام تک بآسانی پہنچ سکیں چنانچہ
اسی غرض سے نمبر (۱) رسالہ نصایح امام غزالی رح۔ نمبر (۲) امر و نہی اور نمبر (۳) رسالہ
بدایۃ الہدایہ اور نمبر (۴) رسالہ حقوق المسلمین اور نمبر (۵) رسالہ مذمت غیبت و چغلی اور
نمبر (۶) مذمت غضب و حسد و حقد طبع ہو چکے ہیں انکی قیمت کسی شخص واحد کی ملکیت نہیں ہوگی
بلکہ اسی فنڈ سے دوسری کتب طبع کرائی جاینگی اور اسیطرح یہ سلسلہ تا دیر قایم رہیگا

المشتہر میر حبیب اللہ آنریری مجسٹریٹ امرتسر

مکتوبات شریف مطبوعہ جدید دفتر اول حصہ پانچ کاغذ با دامی قیمت ۸ ۔ میدا معاد جدید ۶
رسالہ نصایح امام غزالی رح ۴ر ۔ رسالہ بست تراویح ۴ر ۔ تصوّیرہ ۴ر ۔ رسالہ امر و نہی ۴ر ۔ بدایۃ الہدایہ
۴ر ۔ حقوق المسلمین ۴ر ۔ مذمت غیبت و چغلی ۴ر ۔ مذمت غضب حسد و حقد ۴ر (ملنے کا پتہ)

امرتسر ۔ چوک فرید ۔ مسجد حاجی شیخ بڈھا مرحوم ۔ مولوی نور احمد صاحب